تفسیر ابن کثیر

پارہ نمبر ۱۱

چند اہم مضامین کی فہرست

يَعْتَذِرُونَ إِلَيْكُمْ إِذَا رَجَعْتُمْ إِلَيْهِمْ ۚ قُل لَّا تَعْتَذِرُوا لَن نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّأَنَا اللَّهُ مِنْ أَخْبَارِكُمْ ۚ وَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٩٤﴾ سَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ إِذَا انقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوا عَنْهُمْ ۖ فَأَعْرِضُوا عَنْهُمْ ۖ إِنَّهُمْ رِجْسٌ ۖ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٩٥﴾ يَحْلِفُونَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۖ فَإِن تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَرْضَىٰ عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ﴿٩٦﴾

جب تم لوٹ کر ان کے پاس پہنچو گے تو یہ تمہارے سامنے آ کر عذر معذرت پیش کرنے لگیں گے' تو کہہ دے کہ عذر معذرت کی باتیں نہ بناؤ۔ ہم تمہاری ان باتوں کا یقین ہرگز نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے کچھ احوال ہمیں بتلا دیتے ہیں' اب تمہارے اگلے اعمال اللہ آپ دیکھ لے گا اور اس کا رسول بھی۔ پھر تم اس اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو غائب حاضر سب کا جاننے والا ہے۔ پھر وہ آپ تمہیں تمہارے تمام کرتوتوں سے آگاہ کرے گا ○ یہ لوگ تو تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھانے لگیں گے۔ جب کہ تم ان کے پاس واپس پہنچو گے اس لئے کہ تم ان سے چشم پوشی کر لو' اچھا تم انہیں منہ لگانا چھوڑ دو۔ یہ بڑے گندے لوگ ہیں۔ ان ٹھکانہ جہنم ہے' جو بدلہ ہے ان کاموں کا جو یہ کرتے رہے ○ یہ تمہیں راضی کرنے کے لئے تمہارے سامنے قسمیں کھا رہے ہیں۔ تو اگر ان سے راضی ہو بھی جاؤ تو اللہ تعالیٰ تو نافرمان' بے حکم لوگوں سے کبھی بھی راضی نہیں ہوتا ○

فاسق اور چوہے کی مماثلت: ☆☆ (آیت: ۹۴-۹۶) اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تم میدان جہاد سے واپس مدینے پہنچو گے تو سبھی منافق عذر و معذرت کرنے لگیں گے۔ تم ان سے صاف کہہ دینا کہ ہم تمہاری ان باتوں میں نہیں آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری نیتوں سے ہمیں خبردار کر دیا ہے۔ دنیا میں ہی اللہ تعالیٰ تمہارے کرتوت سب لوگوں کے سامنے کھول کر رکھ دے گا۔ پھر آخرت میں تو تمہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا ہی ہے۔ وہ ظاہر و باطن کا جاننے والا ہے۔ تمہارے ایک ایک کام کا بدلہ دے گا۔ خیر و شر کی جزا سزا سب کو بھگتنی پڑے گی۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ یہ لوگ تم کو راضی کرنے کے لئے اپنی معذوری اور مجبوری کو سچ ثابت کرنے کے لئے قسمیں تک کھائیں گے۔ تم انہیں منہ بھی نہ لگانا۔ ان کے اعتقاد نجس ہیں۔ ان کا باطن باطل ہے۔ آخرت میں ان کا ٹھکانا جہنم ہے جو ان کی خطاؤں اور گناہوں کا بدلہ ہے۔ سنو کہ ان کی خواہش صرف تمہیں رضامند کرنا ہے اور بالفرض تم ان سے راضی ہو بھی جاؤ تو بھی اللہ تعالیٰ ان بدکاروں سے کبھی راضی نہیں ہو گا۔

یہ اللہ و رسول کی اطاعت سے باہر ہیں۔ شریعت سے خارج ہیں۔ چوہا چونکہ بل سے بگاڑ کرنے کے لئے نکلتا ہے' اس لئے عرب اسے فویسقہ کہتے ہیں۔ اسی طرح خوشے سے جب تری ظاہر ہوتی ہے تو کہتے ہیں فسقت الرطبة پس یہ چونکہ اللہ و رسول کی اطاعت سے نکل جاتے ہیں' اس لئے انہیں فاسق کہتے ہیں۔

اَلۡاَعۡرَابُ اَشَدُّ كُفۡرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجۡدَرُ اَلَّا يَعۡلَمُوۡا حُدُوۡدَ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوۡلِهٖ‌ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ ﴿۹۷﴾ وَمِنَ الۡاَعۡرَابِ مَنۡ يَّتَّخِذُ مَا يُنۡفِقُ مَغۡرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآٮِٕرَ‌ؕ عَلَيۡهِمۡ دَآٮِٕرَةُ السَّوۡءِ‌ؕ وَاللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ﴿۹۸﴾ وَمِنَ الۡاَعۡرَابِ مَنۡ يُّؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنۡفِقُ قُرُبٰتٍ عِنۡدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوۡلِ‌ؕ اَلَاۤ اِنَّهَا قُرۡبَةٌ لَّهُمۡ‌ؕ سَيُدۡخِلُهُمُ اللّٰهُ فِىۡ رَحۡمَتِهٖ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۹۹﴾

ع ۱۰

گنوار سخت منکر و منافق ہیں- اللہ تعالیٰ نے جو احکام شریعت اپنے رسول پر نازل فرمائے ہیں' یہ اس کے سمجھنے کے بالکل ہی اہل نہیں ہیں' اللہ بہت دانا اور بڑا باحکمت ہے ○ ان بادہ نشینوں میں ایسے بھی ہیں کہ اللہ کی راہ کے خرچ کو ناحق کا تاوان شمار کرتے ہیں اور تم پر مصیبتوں کے آنے کے منتظر ہیں- بدترین مصیبت انہی کے لئے ہے- اللہ تعالیٰ خوب سننے جاننے والا ہے ○ ہاں! ان دیہاتیوں میں وہ بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور اپنی خیر خیرات کو اللہ کی نزدیکی کا اور رسولؐ کی دعاؤں کا ذریعہ سمجھ رہے ہیں' ہاں ہاں یہ ان کے لئے اللہ کی نزدیکی ہے- اللہ انہیں رحمت میں داخل کرے گا- یقیناً اللہ بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے ○

دیہات' صحرا اور شہر ہر جگہ انسانی فطرت یکساں ہے: ☆☆ (آیت: ۹۷-۹۹) اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ دیہاتیوں اور صحرا نشین بدوؤں میں کفار و منافق بھی ہیں اور مومن مسلمان بھی ہیں- لیکن کافروں اور منافقوں کا کفر و نفاق نہایت سخت ہے- ان میں اس بات کی مطلقاً اہلیت نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ان حدوں کا علم حاصل کریں جو اس نے اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمائی ہیں چنانچہ ایک اعرابی حضرت زید بن صوحان کے پاس بیٹھا ہوا تھا- اس وقت یہ اس مجلس میں لوگوں کو کچھ بیان فرما رہے تھے- نہاوند والے دن ان کا ہاتھ کٹ گیا تھا- اعرابی بول اٹھا کہ آپ کی باتوں سے تو آپ کے لیے محبت میرے دل میں پیدا ہوتی ہے لیکن تمہارا یہ کٹا ہوا ہاتھ مجھے اور ہی شبہ میں ڈالتا ہے- آپ نے فرمایا' اس سے تمہیں کیا شک ہوا- یہ تو بایاں ہاتھ ہے- تو اعرابی نے کہا واللہ مجھے نہیں معلوم کہ دایاں ہاتھ کاٹتے ہیں یا بایاں؟ انہوں نے فرمایا' اللہ عز وجل نے سچ فرمایا کہ اعراب بڑے ہی سخت کفر و نفاق والے اور اللہ کی حدود کے بالکل ہی نہ جاننے والے ہیں-

مسند احمد میں ہے' جو بادیہ نشین ہوا' اس نے ظلم و جفا کی- اور جو شکار کے پیچھے پڑ گیا اس نے غفلت کی- اور جو بادشاہ کے پاس پہنچا' وہ فتنے میں پڑا- ابوداؤد' ترمذی اور نسائی میں بھی یہ حدیث ہے- امام ترمذیؒ اسے حسن غریب کہتے ہیں- چونکہ صحرا نشینوں میں عموماً سختی اور بد خلقی ہوتی ہے اللہ عز وجل نے ان میں سے کسی کو اپنی رسالت کے ساتھ ممتاز نہیں فرمایا بلکہ رسول ہمیشہ شہری لوگ ہوتے رہے- جیسے فرمان الٰہی ہے- وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِىۡۤ اِلَيۡهِمۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡقُرٰى ہم نے تجھ سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے سب انسان مرد تھے جن کی طرف ہم وحی نازل فرماتے تھے- وہ سب متمدن بستیوں کے لوگ تھے- ایک اعرابی نے رسول اللہ ﷺ کو کچھ ہدیہ پیش کیا- آپ نے اس کے ہدیہ سے کئی گنا زیادہ انعام دیا جب جا کر بمشکل تمام راضی ہوا- آپؐ نے فرمایا اب سے میں نے قصد کیا ہے کہ سوائے قریشی' ثقفی' انصاری یا دوسی کے کسی کا تحفہ قبول نہ کروں گا- یہ اس لئے کہ یہ چاروں شہروں کے رہنے والے تھے- مکہ' طائف' مدینہ اور یمن کے لوگ

تھے۔ پس یہ فطرتاً ان بادیہ نشینوں کی نسبت سے نرم اخلاق اور دور اندیش لوگ تھے ان میں اعراب جیسی سختی اور کھردراپن نہ تھا۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ ایمان وعلم عطا فرمائے جانے کا اہل کون ہے؟ وہ اپنے بندوں میں ایمان وکفر، علم وجہل، نفاق واسلام کی تقسیم میں باحکمت ہے۔ اس کے زبردست علم کی وجہ سے اس کے کاموں کی باز پرس اس سے کوئی نہیں کر سکتا۔ اور اس کی حکمت کی وجہ سے اس کا کوئی کام بے جا نہیں ہوتا۔ ان بادیہ نشینوں میں وہ بھی ہیں جو اللہ کی راہ کے خرچ کو ناحق کا تاوان اور اپنا صریح نقصان جانتے ہیں اور ہر وقت اسی کے منتظر رہتے ہیں کہ تم مسلمانوں پر کب بلا ومصیبت آئے۔ کب تم حوادث وآفات میں گھر جاؤ لیکن ان کی یہ بدخواہی انہی کے آگے آئے گی۔ انہی پر برائی کا زوال آئے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دعاؤں کا سننے والا ہے۔ اور خوب جانتا ہے کہ مستحق امداد کون ہے اور ذلت کے لائق کون ہے۔

دعاؤں کے طلبگار متبع ہیں، مبتدع نہیں: ☆☆ اعراب کی اس قسم کو بیان فرما کر اب ان میں سے بھلے لوگوں کا حال بیان ہو رہا ہے۔ وہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ آخرت کو مانتے ہیں۔ راہ اللہ میں خرچ کر کے اللہ کی نزدیکی تلاش کرتے ہیں۔ ساتھ ہی رسول اللہ ﷺ کی دعائیں لیتے ہیں۔ بے شک ان کو اللہ کی قربت حاصل ہے۔ اللہ انہیں اپنی رحمتیں عطا کر دے گا۔ وہ بڑا ہی غفور ورحیم ہے۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۰۰﴾

جو لوگ سبقت کرنے والے اول والے ہیں، مہاجرین میں سے اور انصار میں سے اور جو نیک کاموں میں ان کی پیروی کرنے والے ہیں، اللہ ان سب سے خوش ہے اور وہ سب اللہ سے راضی ہیں۔ ان کے لئے اس نے وہ جنتیں مہیا کر رکھی ہیں جن کے نیچے نہریں لہریں لے رہی ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ یہ ہے پوری پوری کامیابی ○

سابقون کو بشارت: ☆☆ (آیت:۱۰۰) اس مبارک آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ ان مہاجرین وانصار سے جو سبقت لے جانے والوں میں اولین تھے اور ان کی تابعداری کرنے کی وجہ سے انہیں اپنی رضامندی کا اظہار فرما رہا ہے کہ انہیں نعمتوں والی ابدی جنتیں اور ہمیشہ کی نعمتیں ملیں گی۔ شعبی کہتے ہیں، ان سے مراد وہ مہاجر وانصار ہیں جو حدیبیہ والے سال بیعتہ الرضوان میں شریک تھے۔ لیکن حضرت ابوموسیٰؓ اشعری وغیرہ سے مروی ہے کہ جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے سن کر اس کا ہاتھ پکڑ کر دریافت فرمایا کہ تمہیں یہ آیت کس نے پڑھائی ہے؟ اس نے کہا، حضرت ابیؓ بن کعب نے۔ آپؓ نے فرمایا، تم میرے ساتھ ان کے پاس چلو۔ جب ان کے پاس پہنچے تو آپ نے پوچھا، تم نے اسے یہ آیت اسی طرح پڑھائی ہے؟ آپ نے فرمایا، ہاں، آپؓ نے پوچھا کیا تم نے رسول اللہ ﷺ سے اسے سنا ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہاں۔ آپؓ نے فرمایا، میرا تو خیال تھا کہ جس بلند درجے پر ہم پہنچے ہیں اس پر ہمارے بعد کوئی نہ پہنچے گا۔ حضرت ابیؓ نے فرمایا، اس آیت کی تصدیق سورہ جمعہ کی آیت وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ الخ سے اور سورہ حشر کی آیت وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ الخ سے اور سورہ انفال کی آیت وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ سے بھی ہوتی ہے۔ حضرت حسنؒ وَالْاَنْصَارِ پڑھتے تھے اور وَّالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ پر عطف ڈال کر پڑھتے۔ اللہ تعالیٰ عظیم وکبیر خبر دیتا ہے کہ وہ سابقین اولین مہاجر وانصار سے خوش ہے اور ان سے بھی خوش جو احسان کے ساتھ ان کے متبع ہیں۔ افسوس ان پر ہے، خانہ خراب وہ ہیں جو ان سے دشمنی رکھیں۔ انہیں برا کہیں۔ یا ان میں سے کسی ایک کو بھی برا کہیں یا اس سے دشمنی رکھیں۔ خصوصاً تمام صحابہ انصار ومہاجرین کے سردار سب

سے بہتر و افضل صدیق اکبر خلیفہ اعظم حضرت ابوبکر بن ابی قحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو بھی بغض رکھے یا ان کی شان میں کوئی گستاخی کا کلمہ بولے اللہ اس سے ناراض ہے۔ رسوائے مخلوق رافضیوں کا بدترین گروہ افضل صحابہ کو برا کہتا ہے ان سے دشمنی رکھتا ہے۔ اللہ اس سے اپنی پناہ میں رکھے۔ یہی بات دلیل ہے اس پر کہ ان کی عقلیں الٹی ہیں اور ان کے دل اوندھے ہیں۔ انہیں قرآن پر ایمان کہاں ہے؟ جب کہ یہ ان پر تبرا بھیجتے ہیں جن کی بابت قرآن اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا اظہار کھلے لفظوں میں بیان کرتا ہے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ ہاں اہلسنت ان سے خوش ہیں جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہے۔ اور ان کو برا کہتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے برا کہا ہے۔ اللہ کے دوستوں سے وہ محبت کرتے ہیں۔ اللہ کے دشمنوں کے وہ بھی دشمن ہیں۔ وہ متبع ہیں مبتدع نہیں۔ وہ پیروی اور اقتدا کرتے ہیں۔ نافرمانی اور خلاف نہیں کرتے۔ یہی جماعت اللہ تعالیٰ سے کامیابی حاصل کرنے والی ہے اور یہی اللہ کے سچے بندے ہیں۔ کثر هم الله

وَمِمَّنْ حَوْلَكُم مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ ۖ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ ۖ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ ۖ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۚ سَنُعَذِّبُهُم مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ ﴿١٠١﴾

تمہارے آس پاس کے بادیہ نشتوں میں منافق ہیں اور بعض اہل مدینہ بھی نفاق پر اڑے ہوئے ہیں۔ انہیں تو نہیں جانتا ہم انہیں بخوبی جانتے ہیں۔ ہم انہیں دو مرتبہ عذاب دیں گے۔ پھر بہت بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے ○

منافقت کے خوگر شہری: ☆☆ (آیت:۱۰۱) اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلوات اللہ وسلامہ علیہ کو بتلاتا ہے کہ "مدینے کے اردگرد رہنے والے گنواروں میں اور خود اہل مدینہ میں بہت سے منافق ہیں جو برابر اپنے نفاق کے خوگر ہو چکے ہیں۔" تمر د فلان علی الله اس وقت کہتے ہیں جب کوئی اللہ تعالیٰ کے سامنے سرکشی اور نافرمانی کرے۔

پھر فرماتا ہے کہ "تم تو انہیں جانتے نہیں۔ ہم جانتے ہیں۔" اور آیت میں ہے "اگر ہم چاہیں تو ان کو تجھے دکھا دیں اور تو ان کی علامات اور چہروں سے انہیں پہچان لے۔ یقیناً تو انہیں ان کی باتوں کے لب و لہجے سے جان لے گا۔ غرض ان دونوں آیتوں میں کوئی فرق نہ سمجھنا چاہئے۔ نشانیوں سے پہچان لینا اور بات ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف کا قطعی علم کہ فلاں فلاں منافق ہے یہ اور چیز ہے۔ پس بعض منافق لوگوں کی منافقت حضرت محمد ﷺ پر کھل گئی تھی مگر آپ کا تمام منافقوں کو جاننا ممکن نہ تھا۔ آپ تو صرف اتنا جانتے تھے کہ مدینے میں بعض منافق ہیں۔ صبح و شام وہ دربار رسالت میں حاضر رہا کرتے تھے اور آپ کی نگاہوں کے سامنے تھے۔ اس قول کی صحت مسند احمد کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ حضرت جبیر بن معطعم رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ آپ سے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ مکے کا ہمارا کوئی اجر نہیں۔ آپ نے فرمایا تمہارے پاس تمہارے اجر آ ہی جائیں گے گو تم لومڑی کے بھٹ میں ہو۔ پھر آپ نے ان کے کان سے اپنا منہ لگا کر فرمایا کہ میرے ان ساتھیوں میں بھی منافق ہیں۔

پس مطلب یہ ہوا کہ بعض منافق الٹی سلٹی باتیں بک دیا کرتے ہیں۔ یہ بھی ایسی ہی بات ہے۔ آیت وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا کی تفسیر میں ہم کہہ آئے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو بارہ یا پندرہ منافقوں کے نام بتلائے تھے۔ پس اس سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ایک ایک کر کے تمام منافقوں کا آپ کو علم تھا۔ نہیں بلکہ چند مخصوص لوگوں کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم کرا دیا تھا۔ واللہ اعلم۔

ابن عساکر میں ہے کہ حرملہ نامی ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا ایمان تو یہاں ہے اور اپنی زبان کی طرف اشارہ کیا۔ اور

نفاق یہاں ہے اور ہاتھ سے اپنے دل کی طرف اشارہ کیا اور نہیں ذکر کیا اللہ کا مگر تھوڑا- پس رسول اللہ ﷺ نے دعا کی' اے اللہ اسے ذکر کرنے والی زبان' شکر کرنے والا دل دے اور اسے میری اور مجھ سے محبت رکھنے والوں کی محبت عنایت فرما اور اس کے کام کا انجام بخیر کر- اب تو وہ کہنے لگا' یا رسول اللہ ﷺ میرے ساتھی اور بھی ہیں جن کا میں سردار تھا- وہ سب بھی منافق ہیں- اگر اجازت ہو تو انہیں بھی لے آؤں- آپؐ نے فرمایا' سنو جو ہمارے پاس آئے گا' ہم اس کے لئے استغفار کریں گے اور جو اپنے دین (نفاق) پر اڑا رہے گا' اللہ ہی اس کے ساتھ اولیٰ ہے- تم کسی کی پردہ دری نہ کرو-'' حضرت قتادہ رحمتہ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں' لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ تکلف سے اوروں کا حال بیان کرنے بیٹھ جاتے ہیں کہ فلاں جنتی ہے اور فلاں دوزخی ہے- اس سے خود اس کی حالت پوچھو تو یہی کہے گا کہ میں نہیں جانتا- حالانکہ انسان اپنی حالت سے بہ نسبت اوروں کی حالت کے زیادہ عالم ہوتا ہے- یہ لوگ وہ تکلف کرتے ہیں جو تکلف انبیاء علیہم السلام نے بھی نہیں کیا- نبی اللہ حضرت نوح علیہ السلام کا قول ہے وَمَا عِلْمِیْ بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ان کے اعمال کا مجھے علم نہیں- نبی اللہ حضرت شعیب علیہ السلام فرماتے ہیں وَمَآ اَنَا عَلَیْکُمْ بِحَفِیْظٍ میں تم پر کوئی نگہبان نہیں- اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے لَا تَعْلَمُھُمْ نَحْنُ نَعْلَمُھُمْ تو انہیں نہیں جانتا- ہم ہی جانتے ہیں-

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جمعہ کے خطبے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اے فلاں تو نکل جا- تو منافق ہے اور اے فلاں تو بھی یہاں سے چلا جا- تو منافق ہے- پس بہت سے لوگوں کو آپؐ نے مسجد سے چلے جانے کا حکم فرمایا' ان کا نفاق مسلمانوں پر کھل گیا- یہ پورے رسوا ہوئے- یہ تو مسجد سے نکل کر جا رہے تھے اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آ رہے تھے- آپ ان سے ذرا کترا گئے یہ سمجھ کر کہ شاید نماز ہو چکی اور یہ لوگ فارغ ہو کر جا رہے ہیں اور میں غیر حاضر رہ گیا- اور وہ لوگ بھی آپ سے شرمائے یہ سمجھ کر کہ ان پر بھی ہمارا حال کھل گیا ہو گا- اب مسجد میں آ کر دیکھا کہ ابھی نماز تو ہوئی نہیں- تو ایک شخص نے آپؓ کو کہا' لیجئے خوش ہو جایئے- آج اللہ نے منافقوں کو خوب شرمندہ و رسوا کیا- یہ تو تھا پہلا عذاب جب کہ حضورؐ نے انہیں مسجد سے نکلوا دیا- اور دوسرا عذاب عذاب قبر ہے- دو مرتبہ کے عذاب سے مجاہد کے نزدیک مراد قتل و قید ہے- اور روایت میں بھوک اور قبر کا عذاب ہے- ابن جریجؒ فرماتے ہیں' عذاب دنیا اور عذاب قبر مراد ہے- عبدالرحمٰنؒ بن زید فرماتے ہیں' دنیا کا عذاب تو مال و اولاد ہے- جیسے قرآن میں ہے وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُھُمْ وَاَوْلَادُھُمْ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ اَنْ یُّعَذِّبَھُمْ بِھَا فِی الدُّنْیَا یعنی '' تجھے ان کا مال اور ان کی اولادیں اچھی نہ لگنی چاہئیں- اللہ کا ارادہ تو ان کی وجہ سے انہیں دنیا میں عذاب دینا ہے'' پس یہ مصیبتیں ان کے لئے عذاب ہیں ہاں مومنوں کے لئے اجر و ثواب ہیں- اور دوسرا عذاب جہنم کا آخرت کے دن ہے- محمد بن اسحاقؒ فرماتے ہیں '' پہلا عذاب تو یہ کہ اسلام کے احکام بظاہر ماننے پڑے- اس کے مطابق عمل کرنا پڑا جو دلی منشا کے خلاف ہے- دوسرا عذاب قبر کا- پھر ان دونوں کے سوا دائمی جہنم کا عذاب-'' قتادہ کہتے ہیں '' عذاب دنیا اور عذاب قبر پر عذاب عظیم کی طرف لوٹایا جانا ہے-'' مذکور ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے پوشیدہ طور پر بارہ منافقوں کے نام بتائے تھے- اور فرمایا تھا کہ ان میں سے چھ کو دبیلہ کافی ہو گا جو جہنم کی آگ کا انگارا ہو گا- جو ان کے شانے پر ظاہر ہو گا اور سینے تک پہنچ جائے گا- اور چھ بری موت مریں گے- یہی وجہ تھی کہ جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب دیکھتے کہ کوئی ایسا ویسا داغدار شخص مرا ہے تو انتظار کرتے کہ اس کے جنازے کی نماز حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ پڑھتے ہیں یا نہیں؟ اگر وہ پڑھتے تو آپ بھی پڑھتے ورنہ نہ پڑھتے- مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا میں بھی ان میں ہوں؟ انہوں نے جواب دیا' نہیں آپ ان منافقوں میں نہیں- اور آپ کے بعد مجھے اس سے کسی پر بے خوفی نہیں-

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ۭ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۰۲

اور دوسرے وہ ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا خود اقرار کر لیا ہے۔ انہوں نے نیک عمل کو دوسرے برے عمل سے خلط ملط کر دیا ہے، ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کر لے بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے ۝

تساہل اور سستی سے بچو: ☆☆ (آیت:۱۰۲) منافقوں کا حال اوپر کی آیتوں میں بیان فرمایا جو اللہ کی راہ کے جہاد سے بے ایمانی، شک اور جھٹلانے کے طور پر جی چراتے ہیں اور شامل نہیں ہوتے۔ اس آیت میں ان کا بیان ہو رہا ہے جو ہیں تو ایمان دار اور سچے پکے مسلمان لیکن سستی اور طلب راحت کی وجہ سے جہاد میں شامل نہ ہوئے۔ انہیں ایک تو اپنے گناہوں کا اقرار ہے، اللہ کے سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ان کی نیکیاں بھی ہیں۔ پس یہ نیکی بدی والے لوگ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہیں۔ اس کی معافی اور درگذر کے ماتحت ہیں۔ یہ آیت گو معین لوگوں کے بارے میں ہے لیکن حکم کے اعتبار سے عام ہے۔ ہر مسلمان جو نیکی کے ساتھ بدی میں بھی ملوث ہو وہ اللہ کے سپرد ہے۔ مجاہد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ آیت اتری ہے جب کہ انہوں نے بنو قریظہ سے کہا تھا کہ ذبح ہے اور اپنے ہاتھ سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا تھا۔ اور روایت میں ہے کہ ان کے اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں یہ آیت اتری ہے۔ یہ لوگ غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے۔ حضرت ابولبابہؓ کے ساتھ اور بھی پانچ یا سات یا نو آدمی تھے۔ جب آنحضرت ﷺ واپس تشریف لائے تو ان بزرگوں نے اپنے آپ کو مسجد نبویؐ کے ستونوں سے باندھ دیا تھا کہ جب تک خود رسول اللہ ﷺ اپنے دست مبارک سے نہ کھولیں گے، ہم اس قید سے آزاد نہ ہوں گے۔ جب یہ آیت اتری حضورؐ نے خود آپ ان کے بندھن کھولے اور ان سے درگذر فرمالیا۔ بخاری شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں میرے پاس آج رات کو دو آنے والے آئے۔ جو مجھے اٹھا کر لے چلے ہم ایک شہر میں پہنچے جو سونے چاندی کی اینٹوں سے بنا ہوا تھا وہاں ہمیں چند ایسے لوگ ملے جن کا آدھا دھڑ تو بہت ہی سڈول نہایت خوشنما اور خوبصورت تھا اور آدھا نہایت ہی برا اور بدصورت۔ ان دونوں نے ان سے کہا جاؤ اور اس نہر میں غوطہ لگاؤ۔ وہ گئے اور غوطہ لگا کر واپس آئے تو وہ برائی ان سے دور ہو گئی تھی اور وہ نہایت خوبصورت اور اچھے ہو گئے تھے۔ پھر ان دونوں نے مجھ سے فرمایا کہ یہ جنت عدن ہے۔ یہی آپ کی منزل ہے۔ اور جنہیں آپ نے ابھی دیکھا یہ وہ لوگ ہیں جو نیکیوں کے ساتھ بدیاں بھی ملائے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے ان سے درگذر فرمالیا اور انہیں معاف فرمایا۔ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں اس حدیث کو اسی طرح مختصراً ہی روایت کیا ہے۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۱۰۳ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝۱۰۴

ان کے مال سے صدقہ لے کہ اس سے تو انہیں پاک صاف کر دے اور ان کے لئے دعائے خیر کر، تیری دعا ان کے لئے تسکین و آرام ہے، اللہ تعالیٰ خوب سنتا جانتا ہے ۝ کیا یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور وہی صدقہ لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے ۝

صدقہ مال کا تزکیہ ہے: ☆☆ (آیت:۱۰۳-۱۰۴) اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو حکم فرماتا ہے کہ آپ ان کے مالوں کا صدقہ لیا کریں۔ تاکہ اس وجہ سے انہیں پاکی اور ستھرائی حاصل ہو۔ اس کی ضمیر کا مرجع بعض کے نزدیک وہ مسلمان ہیں جنہوں نے اپنی نیکیوں کے ساتھ کچھ برائیاں بھی کر لی تھیں۔ لیکن حکم اس کا عام ہے۔ عرب کے بعض قبیلوں کو اسی سے دھوکا ہوا تھا کہ یہ حکم خاص ہے آنحضرت ﷺ کے ساتھ' اسی وجہ سے انہوں نے خلیفہ برحق حضرت ابوبکر صدیق کو (زکوٰۃ کو فرض مان کر) زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا۔ جس پر آپؓ نے مع باقی صحابہؓ کے ان سے لڑائی کی کہ وہ زکوٰۃ خلیفۃ الرسول کو اسی طرح ادا کریں جس طرح رسول اللہ ﷺ کو ادا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اگر وہ ایک بچہ اونٹنی کا یا ایک رسی بھی نہ دیں گے تو بھی میں ان سے لڑائی جاری رکھوں گا۔ حکم ہوتا ہے کہ ان سے زکوٰۃ لے اور ان کے لئے دعائیں کر۔

چنانچہ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کے والد آپؐ کے پاس اپنا صدقہ لے کر آئے تو حسب عادت آپؐ نے دعا کی کہ اے اللہ آل ابی اوفی پر اپنی رحمتیں نازل فرما۔ اسی طرح جب آپ کے پاس کسی قوم کا صدقہ آتا تو آپؐ ان کے لئے دعا فرماتے۔ ایک عورت نے آپؐ سے آ کر درخواست کی کہ یا رسول اللہ میرے لئے اور میرے خاوند کے لئے دعا کیجئے۔ آپؐ نے فرمایا صلی اللہ علیك وعلی زوجك صَلٰوتَكَ کی اور قرات صَلٰوتُكَ ہے۔ پہلی قرات مفرد کی ہے دوسری جمع کی ہے۔ فرماتا ہے کہ تیری دعا ان کے لئے اللہ کی رحمت کا باعث ہے۔ اور ان کے وقار و عزت کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ تیری دعاؤں کا سننے والا ہے۔ اور اسے بھی وہ بخوبی جانتا ہے کہ کون ان دعاؤں کا مستحق ہے اور کون اس کا اہل ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی کے لئے دعا کرتے تو اسے اور اس کی اولاد کو اور اس کی اولاد کی اولاد کو پہنچتی تھی۔ پھر فرمایا' کیا انہیں اتنا بھی علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرمانے والا ہے اور وہی ان کے صدقات لیتا ہے اس میں بندوں کو توبہ اور صدقے کی طرف بہت زیادہ رغبت دلائی ہے۔ یہ دونوں چیزیں گناہوں کو دور کر دینے والی' انہیں معاف کرانے والی اور ان کو مٹا دینے والی ہیں۔ توبہ کرنے والوں کی توبہ اللہ عزوجل قبول فرماتا ہے۔ اور حلال کمائی سے صدقہ دینے والوں کا صدقہ اللہ تعالیٰ اپنے دائیں ہاتھ میں لے کر صدقہ کرنے والے کے لئے اسے پالتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک کھجور کو احد کے پہاڑ کے برابر کر دیتا ہے۔

چنانچہ ترمذی وغیرہ میں ہے رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں' اللہ تعالیٰ صدقہ قبول فرماتا ہے۔ اپنے دائیں ہاتھ میں اسے لیتا ہے اور جس طرح تم اپنے کو پالتے ہو' اسی طرح اللہ تعالیٰ اسے بڑھاتا رہتا ہے یہاں تک کہ ایک ایک کھجور احد پہاڑ کے برابر ہو جاتی ہے۔ اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ عزوجل کی کتاب میں بھی موجود ہے۔ پھر اسی آیت کا یہی جملہ آپ نے تلاوت فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی۔ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ یعنی سود کو اللہ تعالیٰ گھٹاتا ہے اور صدقے کو بڑھاتا ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' صدقہ اللہ عزوجل کے ہاتھ میں جاتا ہے اس سے پہلے کہ وہ سائل کے ہاتھ میں جائے۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔ ابن عساکر میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مسلمانوں نے جہاد کیا جس میں ان پر حضرت عبدالرحمٰن بن خالد امام تھے۔ مسلمانوں میں سے ایک شخص نے مال غنیمت میں سے ایک سو رومی دینار چرا لئے۔ جب لشکر وہاں سے لوٹ کر واپس آ گیا تو اسے سخت ندامت ہوئی۔ وہ ان دیناروں کو لے کر امام کے پاس آیا لیکن انہوں نے ان کے لینے سے انکار کر دیا کہ میں اب لے کر کیا کروں؟ لشکر تو متفرق ہو گیا۔ کیسے بانٹ سکتا ہوں؟ اب تو تو اسے اپنے پاس ہی رہنے دے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس

ہی لانا - اس نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے پوچھنا شروع کیا لیکن ہر ایک یہی جواب دیتا رہا - یہ مسکین ان دیناروں کو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لایا اور ہر چند کہا کہ آپ انہیں لے لیجئے لیکن آپ نے بھی نہ لئے - اب تو یہ روتا پیٹتا وہاں سے نکلا - راستے میں اسے حضرت عبداللہ بن شاعر سکسکی رحمتہ اللہ علیہ ملے - یہ مشہور دمشقی ہیں اور اصل میں حمص کے ہیں - یہ بہت بڑے فقیہ تھے - انہوں نے پوچھا کہ کیوں رو رہے ہو؟ اس شخص نے اپنا تمام واقعہ بیان کیا - آپ نے فرمایا جو میں کہوں گا' وہ کرو گے بھی؟ اس نے کہا یقیناً - آپ نے فرمایا جاؤ اور خمس تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو دے آؤ - یعنی بیس دینار - اور باقی کے اسی دینار اللہ کی راہ میں اس پورے لشکر کی طرف سے خیرات کر دو -

اللہ تعالیٰ ان سب کے نام اور مکان جانتا ہے - اور وہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے - اس شخص نے یہی کیا - حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا واللہ مجھے اگر یہ مسئلہ سوجھ جاتا اور میں اسے یہ فتویٰ دے دیتا تو مجھے اپنی ساری سلطنت اور ملکیت سے زیادہ محبوب تھا - اس نے نہایت اچھا فتویٰ دیا -

وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ ۖ وَسَتُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٠٥﴾

کہہ دے کہ تم عمل کئے جاؤ - تمہارے عمل اللہ آپ دیکھ لے گا اور اس کا رسول اور ایماندار بھی' پھر تم سب اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو چھپے کھلے کا جاننے والا ہے - وہ تمہیں جتا دے گا جو کچھ تم کرتے رہے تھے ○

اپنے اعمال سے ہوشیار رہو: ☆☆ (آیت:۱۰۵) جو لوگ اللہ تعالیٰ کے حکموں کی مخالفت کرتے ہیں' انہیں اللہ تعالیٰ ڈرا رہا ہے کہ ان کے اعمال اللہ کے سامنے ہیں - اور اس کے رسول اور تمام مسلمانوں کے سامنے قیامت کے دن کھلنے والے ہیں - چھوٹے سے چھوٹا اور پوشیدہ سے پوشیدہ عمل بھی اس دن سب پر ظاہر ہو جائے گا - تمام اسرار کھل جائیں گے - دلوں کے بھید ظاہر ہو جائیں گے - اور یہ بھی ہوتا ہے کہ کبھی کبھی اللہ تبارک وتعالیٰ لوگوں پر بھی ان کے اعمال دنیا میں ہی ظاہر کر دیتا ہے - چنانچہ مسند احمد میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر تم میں سے کوئی کسی ٹھوس پتھر میں گھس کر جس کا نہ دروازہ ہو نہ اس میں کوئی سوراخ ہو' کوئی عمل کرے' اللہ تعالیٰ اس کے عمل کو لوگوں کے سامنے ظاہر کر دے گا خواہ کیسا ہی عمل ہو -

ابوداؤد طیالسی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ زندوں کے اعمال ان کے قبیلوں اور برادریوں پر پیش کئے جاتے ہیں - اگر وہ اچھے ہوتے ہیں تو وہ لوگ اپنی قبروں میں خوش ہوتے ہیں اور اگر وہ برے ہوتے ہیں تو وہ کہتے ہیں الٰہی انہیں توفیق دے کہ یہ تیرے فرمان پر عامل بن جائیں - مسند احمد میں بھی یہی فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ تمہارے اعمال تمہارے خویش و اقارب مردوں کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں - اگر وہ نیک ہوتے ہیں تو وہ خوش ہو جاتے ہیں اور اگر اس کے سوا ہوتے ہیں تو وہ کہتے ہیں یا اللہ انہیں موت نہ آئے جب تک کہ تو انہیں ہدایت عطا نہ فرما جیسے کہ تو نے ہمیں ہدایت دی (لیکن ان روایتوں کی سندیں قابل غور ہیں) -

صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب تجھے کسی شخص کے نیک اعمال بہت اچھے لگیں تو تو کہہ دے کہ اچھا ہے - عمل کئے چلے جاؤ - اللہ اور اس کا رسول اور مومن تمہارے اعمال عنقریب دیکھ لیں گے - ایک مرفوع حدیث بھی اسی مضمون کی آئی

ہے۔ اس میں ہے کسی کے اعمال پر خوش نہ ہو جاؤ جب تک یہ نہ دیکھ لو کہ اس کا خاتمہ کس پر ہوتا ہے؟ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان ایک زمانہ دراز تک نیک عمل کرتا رہتا ہے کہ اگر وہ اس وقت مرتا تو قطعاً جنتی ہو جاتا۔ لیکن پھر اس کی حالت بدل جاتی ہے اور وہ بداعمالیوں میں پھنس جاتا ہے۔ اور بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان ایک لمبی مدت تک برائیاں کرتا رہتا ہے کہ اگر اسی حالت میں مرے تو جہنم میں ہی جائے لیکن پھر اس کا حال بدل جاتا ہے اور نیک عمل شروع کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کے ساتھ بھلا ارادہ کرتا ہے تو اسے اس کی موت سے پہلے عامل بنا دیتا ہے۔ لوگوں نے کہا ہم اس کا مطلب نہیں سمجھے آپ نے فرمایا مطلب یہ ہے کہ اسے توفیق خیر عطا فرماتا ہے اور اس پر اسے موت آتی ہے۔

وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۷﴾

اور دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں کہ ان کا کام ڈھیل میں پڑا ہوا ہے اللہ تعالیٰ کے حکم پر کہ وہ یا تو انہیں عذاب کرے یا انہیں معاف فرما دے اللہ تعالیٰ کامل علم و حکمت والا ہے ○ جن لوگوں نے مسجد بنائی ہے تکلیف پہنچانے اور کفر کرنے اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈلوانے اور شروع سے جو اللہ اور اس کے رسول سے لڑ رہے ہیں انہیں گھات لگانے کا موقعہ دینے کے لئے' وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہمارا ارادہ صرف بھلائی کا ہی تھا لیکن اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ بے شک وہ محض جھوٹے ہیں ○

(آیت:۱۰۶) اس سے مراد وہ تین بزرگ صحابہ ہیں جن کی توبہ ڈھیل میں پڑ گئی تھی۔ حضرت مرارہ بن ربیع حضرت کعب بن مالک حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ یہ جنگ تبوک میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ شک اور نفاق کے طور پر نہیں۔ بلکہ سستی راحت طلبی پھلوں کی پختگی سائے کے حصول وغیرہ کے لئے۔ ان میں سے کچھ لوگوں نے تو اپنے تئیں مسجد کے ستونوں سے باندھ لیا تھا جیسے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی۔ اور کچھ لوگوں نے ایسا نہیں کیا تھا ان میں یہ تینوں بزرگ تھے۔ پس اوروں کی تو توبہ قبول ہو گئی اور ان تینوں کا کام پیچھے ڈال دیا گیا یہاں تک کہ آیت لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ الخ' نازل ہوئی جو اس کے بعد آ رہی ہے۔ اور اس کا پورا بیان بھی حضرت کعب بن مالک کی روایت میں آ رہا ہے۔ یہاں فرماتا ہے کہ وہ اللہ کے ارادے پر ہیں اگر چاہے سزا دے اگر چاہے معافی دے۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ سزا کے لائق کون ہے۔ اور مستحق معافی کون ہے؟ وہ اپنے اقوال و افعال میں حکیم ہے۔ اس کے سوا نہ تو کوئی معبود نہ اس کے سوا کوئی مربی۔

ایک قصہ ایک عبرت' مسجد ضرار: ☆☆ (آیت:۱۰۷) ان پاک آیتوں کا سبب نزول سنئے! رسول اللہ ﷺ مکے شریف سے ہجرت کر کے مدینے پہنچے۔ اس سے پہلے مدینے میں ایک شخص تھا جس کا نام ابو عامر راہب تھا۔ یہ خزرج کے قبیلے میں سے تھا۔ جاہلیت کے زمانے میں نصرانی بن گیا تھا' اہل کتاب کا علم بھی پڑھا تھا۔ عابد بھی تھا۔ اور قبیلہ خزرج اس کی بزرگی کا قائل تھا۔ جب حضور ﷺ یہاں آئے' مسلمانوں کا اجتماع آپ کے پاس ہونے لگا' یہ قوت پکڑنے لگے یہاں تک کہ بدر کی لڑائی ہوئی اور اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے انہیں غالب رکھا تو یہ جل بھن گیا۔ کھلم کھلا مخالفت و عداوت کرنے لگا اور یہاں سے بھاگ کر کفار مکہ سے مل گیا۔ اور انہیں مسلمانوں سے لڑائی کرنے پر آمادہ کرنے

لگا- یہ تو عداوت اسلام میں پاگل ہو رہے تھے- تیار ہو گئے اور اپنے ساتھ عرب کے اور بھی بہت سے قبائل کو ملا کر جنگ کے ارادے سے نکل کھڑے ہوئے اور میدان احد میں جم کر لڑے- اس لڑائی میں مسلمانوں کا جو حال ہوا وہ ظاہر ہے- ان کا پورا امتحان ہو گیا- گو انجام کار مسلمانوں کا ہی بھلا ہو- اور عاقبت اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے ہی ہے- اسی فاسق نے مسلمانوں اور کافروں کے درمیان بہت سے گڑھے کھود رکھے تھے جن میں سے ایک میں اللہ کے رسول محترم ﷺ گر پڑے- چہرے پر زخم آئے- سامنے سے نیچے کی طرف کے چار دانت ٹوٹ گئے- سر بھی زخمی ہوا- صلوات اللہ وسلامہ علیہ- شروع لڑائی کے وقت ہی ابو عامر فاسق اپنی قوم کے پاس گیا اور بہت ہی خوشامد اور چاپلوسی کی کہ تم میری مدد اور موافقت کرو- لیکن انہوں نے بالاتفاق جواب دیا کہ اللہ تیری آنکھیں ٹھنڈی نہ کرے- تو نامراد رہے- اے بدکار! اے اللہ کے دشمن تو ہمیں راہ حق سے بہکانے کو آیا ہے؟ الغرض برا بھلا کہہ کر نا امید کر دیا گیا- یہ لوٹا اور یہ کہتا ہوا کہ میری قوم تو میرے بعد بہت ہی شریر ہو گئی ہے- مدینے میں اس نا ہنجار کو رسول اللہ ﷺ نے بہت سمجھایا تھا-

قرآن پڑھ پڑھ کر نصیحت کی تھی اور اسلام کی رغبت دلائی تھی لیکن اس نے نہ مانا تھا- تو حضور ﷺ نے اس کے لئے بددعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ اسے کہیں دور دراز ذلت و حقارت کے ساتھ موت دے- جب اس نے دیکھا کہ احد میں بھی اس کی چاہت پوری نہ ہوئی اور اسلام کا کلمہ بلندی پر ہی ہے تو یہ یہاں سے شاہ روم ہرقل کے پاس پہنچا اور اسے رسول اللہ ﷺ سے لڑائی کے لئے آمادہ کیا- اس نے بھی اس سے وعدہ کر لیا اور تمنائیں دلائیں- اس وقت اس نے اپنے ہم خیال لوگوں کو جو منافقانہ رنگ میں مدینے شریف میں رہتے سہتے تھے اور جن کے دل اب تک شک و شبہ میں تھے، لکھا کہ اب میں مسلمانوں کی جڑیں کاٹ دوں گا- میں نے ہرقل کو آمادہ کر دیا ہے- وہ لشکر جرار لے کر چڑھائی کرنے والا ہے- مسلمانوں کو ناکوں چنے چبوا دے گا اور ان کا بیج بھی باقی نہ رکھے گا- تم ایک مکان مسجد کے نام سے تعمیر کرو تاکہ میرے قاصد جو آئیں، وہ وہیں ٹھہریں- وہیں مشورے ہوں اور ہمارے لئے وہ پناہ کی اور گھات لگانے کی محفوظ جگہ بن جائے- انہوں نے مسجد قبا کے پاس ہی ایک اور مسجد کی تعمیر شروع کر دی اور تبوک کی لڑائی کے لئے آنحضرت ﷺ کی روانگی سے پہلے ہی اسے خوب مضبوط اور پختہ بنا لیا- اور آ کر آنحضرت ﷺ سے کہنے لگے کہ آپ ہماری مسجد میں تشریف لائیے اور نماز ادا کیجئے- تاکہ ہمارے لئے یہ بات حجت ہو جائے اور ہم وہاں نماز شروع کر دیں- ضعیف اور کمزور لوگوں کو دور جانے میں بڑی تکلیف ہوتی تھی- خصوصاً جاڑے کی راتوں میں کمزور اور بیمار اور معذور لوگ دور دراز کی مسجد میں بڑی دقت سے پہنچتے ہیں- اس لئے ہم نے قریب ہی یہ مسجد بنا لی ہے- آپؐ نے فرمایا' اس وقت تو سفر درپیش ہے پا بہ رکاب ہوں ان شاء اللہ واپسی میں سہی- اس طرح اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نبی کو اس کفر کے مورچے سے بچا لیا- جب میدان تبوک سے آپؐ سلامتی اور غنیمت کے ساتھ واپس لوٹے-

لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝۱۰۸

دیکھ تو اس میں کبھی کھڑا نہ ہونا' جس مسجد کی بنیاد اول دن سے ہی پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے' وہی زیادہ حقدار ہے کہ تو وہاں کھڑا ہو- اس میں وہ لوگ ہیں جو پاکیزگی کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی پاک رہنے والوں سے محبت رکھتا ہے ○

(آیت:۱۰۸) ابھی مدینے شریف سے ایک دن یا کچھ کم کے فاصلے پر تھے کہ وحی اللہ نازل ہوئی اور اس مسجد ضرار کی حقیقت آپ پر ظاہر کر دی گئی- اور اس کے بانیوں کی نیت کا بھی علم آپ کو کرا دیا گیا- اور وہاں کی نماز سے روک کر مسجد قبا میں جس کی بنیاد خوف الٰہی پر رکھی گئی تھی' نماز پڑھنے کا حکم صادر ہوا- پس آپ نے وہیں سے مسلمانوں کو بھیج دیا کہ جاؤ میرے پہنچنے سے پہلے اس مسجد کو توڑ دو-

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں' ابو عامر خبیث ان انصاریوں سے کہہ گیا تھا کہ تم مسجد کے نام سے عمارت بنالو اور جو تم سے ہو سکے تیاری کر رکھو- ہتھیار وغیرہ مہیا کر لو- میں شاہ روم قیصر کے پاس جا رہا ہوں اور اس سے مدد لے کر محمد اور اس کے ساتھیوں کو یہاں سے نکال دوں گا- پس یہ لوگ جب یہ مسجد تیار کر چکے' حضورؐ سے کہا کہ ہماری چاہت ہے کہ آپؐ ہماری اس مسجد میں تشریف لاویں- وہاں نماز پڑھیں اور ہمارے لئے برکت کی دعا کریں' پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ اس مسجد میں ہرگز کھڑے بھی نہ ہونا- اور روایت میں ہے کہ جب آپ ذی اوان میں اترے اور مسجد کی اطلاع ملی تو آپ نے مالک بن دخشم رضی اللہ عنہ اور معن بن عدی رضی اللہ عنہ کو بلایا- ان کے بھائی عمر بن عدی کو بلوایا اور حکم دیا کہ ان ظالموں کی مسجد میں جاؤ اور اسے گرا دو بلکہ جلا دو- یہ دونوں بزرگ تابڑ توڑ جلدی جلدی چلے- سالم بن عوف کے محلے میں جا کر حضرت مالکؓ نے حضرت معنؓ سے فرمایا' آپ یہیں ٹھہریئے- یہ میرے قبیلے کے لوگوں کے مکان ہیں- یہاں سے آگ لاتا ہوں- چنانچہ گئے اور ایک کھجور کا سلگتا ہوا تنا لے آئے اور سیدھے اس مسجد ضرار میں پہنچ کر اس میں آگ لگا دی اور کدال چلانی شروع کر دی وہاں جو لوگ تھے' ادھر ادھر بھاگ گئے اور ان بزرگوں نے اسی عمارت کو جڑ سے کھود ڈالا-

پس اس بارے میں یہ آیتیں اتری ہیں- اس کے بانی بارہ شخص تھے- خذام بن خالد بنو عبید بن زید میں سے جو بنی عمرو بن عوف میں سے ہیں- اسی کے گھر میں سے مسجد شقاق نکلی تھی- اور ثعلبہ بن حاطب جو بنی عبید میں سے تھا اور بنو امیہ کے موالی جو ابولبابہ بن عبدالمنذر کے قبیلے میں سے تھے- قرآن فرماتا ہے کہ یہ لوگ قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ ہماری نیت نیک تھی- لوگوں کے آرام کی غرض سے ہم نے اسے بنایا ہے- لیکن اللہ کی گواہی ہے کہ یہ جھوٹے ہیں- بلکہ انہوں نے مسجد قبا کو ضرر پہنچانے اور اللہ کے ساتھ کفر کرنے اور مومنوں میں جدائی ڈالنے اور اللہ اور رسولؐ کے دشمنوں کو پناہ دینے کے لئے اسے بنایا ہے- یہ کمین گاہ ہے' ابو عامر فاسق کی جو لوگوں میں راہب مشہور ہے- اللہ کی لعنتیں اس پر نازل ہوں- فرمان ہے ''کہ تو ہرگز اس مسجد میں نہ کھڑا ہونا-'' اس فرمان میں آپ کی امت بھی داخل ہے- انہیں بھی اس مسجد میں نماز پڑھنی حرام قرار دی گئی- پھر رغبت دلائی جاتی ہے کہ مسجد قبا میں نماز ادا کرو- جس کی بنیاد اللہ کے ڈر پر اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت پر رکھی گئی ہے اور مسلمانوں کے اتفاق پر اور ان کی خیر خواہی پر بنائی گئی ہے- اسی مسجد میں تمہارا نمازیں پڑھنا درست اور حق بجانب ہے- چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار اور پیدل اس مسجد میں آیا کرتے تھے- اور حدیث میں ہے کہ جب آپؐ ہجرت کر کے مدینے شریف پہنچے اور بنی عمرو بن عوف میں ٹھہرے اور اس پاک مسجد کی نیو رکھی' اس وقت خود حضرت جبرئیل علیہ السلام نے قبلہ کی جہت معین کی تھی- واللہ اعلم-

ابوداؤد میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' آیت فیہ رجال مسجد قبا والوں کے بارے میں اتری ہے- وہ پانی سے استنجا کیا کرتے تھے- یہ حدیث ضعیف ہے- امام ترمذی اسے غریب بتلاتے ہیں- طبرانی میں ہے' اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آپؐ نے عویم بن ساعدہؓ کے پاس آدمی بھیج کر دریافت فرمایا کہ آخر یہ کون سی طہارت ہے جس کی ثنا اللہ رب العزت بیان فرما رہا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم میں سے جو مرد و عورت پاخانے سے نکلتا ہے' وہ پانی سے استنجا کیا کرتا ہے- آپؐ نے فرمایا بس یہی وہ طہارت ہے- مسند احمد

میں ہے کہ آنحضرت ﷺ ان کے پاس مسجد قبا میں تشریف لائے اور فرمایا' اللہ تعالیٰ نے تمہاری مسجد کے بیان میں تمہاری طہارت کی آج تعریف کی ہے تو بتلاؤ کہ تمہاری وہ طہارت کیسے ہے؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ہمیں اور تو کچھ معلوم نہیں - ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ ہم نے اپنے پڑوسی یہودیوں کی نسبت جب سے یہ معلوم کیا کہ وہ پاخانے سے نکل کر پانی سے پاکی کرتے ہیں' ہم نے اس وقت سے اپنا یہی وطیرہ کر لیا ہے-

ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے یہ سوال حضرت عویم بن عدی رضی اللہ عنہ سے کیا تھا - حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ پانی سے طہارت کرنا ہی وہ پاکیزگی تھی جس کی تعریف اللہ عزوجل نے کی - اور روایت میں ان کے جواب میں ہے کہ ہم توراۃ کے حکم کی رو سے پانی سے استنجا کرنا لازمی سمجھتے ہیں - الغرض جس مسجد کا اس آیت میں ذکر ہے' وہ مسجد قبا ہے - اس کی تصریح بہت سے سلف صالحین نے کی ہے - لیکن ایک صحیح حدیث میں یہ بھی ہے کہ تقویٰ پر بننے والی مسجد مسجد نبوی ہے جو مدینے شریف کے درمیان ہے - غرض ان دونوں باتوں میں کوئی اختلاف نہیں جب کہ مسجد قبا شروع دن سے تقویٰ کی بنیادوں پر ہے تو مسجد نبوی اس وصف کی اس سے بھی زیادہ مستحق ہے - مسند احمد میں ہے کہ جو مسجد اللہ کے ذکر پر بنائی گئی ہے' وہ یہ میری مسجد ہے - اور حدیث میں ہے کہ دو شخصوں میں اس بارے میں اختلاف ہوا کہ اس آیت میں کونسی مسجد مراد ہے - رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' وہ میری یہ مسجد ہے - ان دونوں میں سے ایک کا قول تھا کہ یہ مسجد مسجد قبا ہے اور دوسرے کا قول تھا کہ یہ مسجد مسجد نبوی ہے - یہ حدیث ترمذی' نسائی وغیرہ میں ہے - ان دونوں شخصوں میں سے ایک تو بنو خدرہ قبیلے کا تھا اور دوسرا بنو عمرو بن عوف میں سے تھا - خدری کا دعویٰ تھا کہ یہ مسجد نبوی ہے اور عمری کہتا تھا' مسجد قبا ہے - حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر جا کر دریافت فرماتے ہیں کہ وہ مسجد کہاں ہے جس کی بنیادیں شروع سے ہی پرہیزگاری پر ہیں - آپؐ نے کچھ کنکر اٹھا کر انہیں زمین پر پھینک کر فرمایا' وہ تمہاری یہی مسجد ہے - یہ حدیث صحیح مسلم شریف میں بھی ہے - سلف کی اور خلف کی ایک جماعت کا قول یہ بھی ہے (اس سے مراد یہ دونوں مسجدیں ہیں - واللہ اعلم) اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ثابت ہوا کہ جن اگلی مسجدوں کی پہلے دن سے بنیاد اللہ کے تقویٰ پر رکھی گئی ہو' وہاں نماز پڑھنا مستحب ہے - اور جہاں اللہ کے نیک بندوں کی جماعت ہو جو دین کے حامل ہوں' وضو اچھی طرح کرنے والے ہوں' کامل طہارت کے ساتھ رہنے والے ہوں' گندگیوں سے دور ہوں' ان کے ساتھ نماز پڑھنا مستحب ہے-

مسند کی حدیث میں ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ کو صبح کی نماز پڑھائی جس میں سورہ روم پڑھی - اس میں آپ کو کچھ وہم سا ہو گیا - نماز سے فارغ ہو کر آپؐ نے فرمایا' قرآن کریم کی قرات میں خلط ملط ہو جانے کا باعث تم میں سے وہ لوگ ہیں جو ہمارے ساتھ نماز میں شامل ہوتے ہیں لیکن وضو اچھی طرح نہیں کرتے - ہمارے ساتھ کے نمازیوں کو وضو نہایت عمدہ کرنا چاہئے - اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ طہارت کا کمال اللہ کی عبادتوں کے بجالانے انہیں پوری کرنے اور کامل کرنے اور شرعی حیثیت سے بجالانے' میں سہولت پیدا کرتا ہے - اللہ تعالیٰ پاک رہنے والوں سے محبت رکھتا ہے - حضرت ابو العالیہ فرماتے ہیں کہ پانی سے استنجا کرنا بے شک طہارت ہے - لیکن اعلیٰ طہارت گناہوں سے بچنا ہے - حضرت اعمش فرماتے ہیں' گناہوں سے توبہ کرنا اور شرک سے بچنا پوری پاکیزگی ہے - اوپر حدیث گزر چکی کہ جب اہل قبا سے ان کی اس اللہ کی پسندیدہ طہارت کی نسبت رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا تو انہوں نے اپنے جواب میں پانی سے استنجا کرنا بیان کیا - پس یہ آیت ان کے حق میں اتری ہے - بزار میں ہے کہ انہوں نے کہا' ہم پتھروں سے صفائی کر

کے پھر پانی سے دھوتے ہیں۔لیکن اس روایت میں محمد بن عبدالعزیز کا زہری سے تفرد ہے اور ان سے بھی ان کے بیٹے کے سوا اور کوئی راوی نہیں۔اس حدیث کو ان لفظوں سے میں نے یہاں صرف اس لئے وارد کیا ہے کہ فقہا میں یہ مشہور ہے لیکن محدثین کل کے کل اسے معروف نہیں بتاتے۔خصوصاً متاخرین لوگ۔واللہ اعلم۔

اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِىْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِىْ بَنَوْا رِيْبَةً فِىْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّاۤ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾ ع ۱۱

کیا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے ڈر پر رکھی' بہتر ہے یا وہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد گر پڑنے والی کھائی کے کنارے پر رکھی جو اسے جہنم کی آگ میں لے گری۔اللہ تعالیٰ نا انصافوں کی رہبری نہیں فرماتا ○ ان کی بنائی ہوئی یہ عمارت تو ہمیشہ کیلئے ان کے دلوں میں شک وشبہ کا باعث ہی رہے گی ہاں یہ اور بات ہے کہ انکے دلوں کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں' اللہ خوب جاننے والا اور کامل حکمتوں والا ہے ○

(آیت:۱۰۹-۱۱۰) وہ کہ جس نے اللہ کے ڈر اور اللہ کی رضا کی طلب کے لئے بنیاد رکھی اور جس نے مسلمانوں کو ضرر پہنچانے اور کفر کرنے اور پھوٹ ڈلوانے اور مخالفین اللہ ورسول کو پناہ دینے کے لئے بنیاد رکھی' یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔یہ دوسری قسم کے لوگ تو اپنی بنیاد اس خندق کے کنارے پر رکھتے ہیں جس میں آگ بھری ہوئی ہو اور ہو بھی وہ بنیاد ایسی کمزور کہ آگ میں جھک رہی ہو۔ظاہر ہے کہ ایک دن وہ آگ میں گر پڑے گی۔ظالموں اور فسادیوں کے کام کبھی نیک نتیجہ نہیں ہوتے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مسجد ضرار سے دھواں نکلتے دیکھا۔امام ابن جریر رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ہم سے ذکر کیا گیا ہے کہ جن لوگوں نے اس مسجد کو توڑا اور اس کی بنیادیں اکھیڑ پھینکیں' انہوں نے اس کے نیچے سے دھواں اٹھتا پایا۔خلف بن یامعین کہتے ہیں' میں نے منافقوں کی اس مسجد ضرار کو جس کا ذکر ان آیتوں میں ہے' دیکھا ہے کہ اس کے ایک پتھر سے دھواں نکل رہا تھا۔اب وہ کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ بنی ہوئی ہے۔ان کے اس بدکرتوت کی وجہ سے ان کے دل میں نفاق جگہ پکڑ گیا ہے جو کبھی بھی ٹلنے والا نہیں۔یہ شک وشبہ میں ہی رہیں گے جیسے کہ بنی اسرائیل کے وہ لوگ جنہوں نے بچھڑا پوجا تھا۔ان کے دلوں میں بھی اس کی محبت گھر کر گئی تھی۔ہاں جب ان کے دل پاش پاش ہو جائیں یعنی وہ خود مر جائیں۔اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کے اعمال سے خبردار ہے۔اور خیر وشر کا بدلہ دینے میں باحکمت ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۟ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِى التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِىْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ

هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۱﴾

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں اس قیمت پر کہ ان کے لئے جنت ہے- وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں' پھر مارتے ہیں اور شہید بھی ہوتے ہیں- یہ وعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر واجب کرلیا ہے تو راۃ میں اور انجیل میں اور قرآن میں بھی- اللہ سے زیادہ وعدے کا پورا کرنے والا اور کون ہوسکتا ہے- پس تمہیں اس خرید وفروخت پر خوش ہوجانا چاہیے جو تم نے کی ہے- یہی ہے زبردست کامیابی ○

مجاہدین کے لیے استثنائی انعامات: ☆☆ (آیت:۱۱۱) اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ مومن بندے جب راہ حق میں اپنے مال اور اپنی جانیں دیں' اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اپنے فضل وکرم اور لطف ورحم سے انہیں جنت عطا فرمائے گا- بندہ اپنی چیز جو درحقیقت اللہ تعالیٰ کی ہی ہے' اس کی راہ میں خرچ کرتا ہے تو اس کی اس اطاعت گذاری سے مالک الملک خوش ہوکر اس پر اپنا اور فضل کرتا ہے- سبحان اللہ کتنی زبردست اور گراں قیمت چیز پروردگار کیسی حقیر چیز پر دیتا ہے- دراصل ہر مسلمان اللہ سے یہ سودا کر چکا ہے- اسے اختیار ہے کہ وہ اسے پورا کرے یا یونہی اپنی گردن میں لٹکائے ہوئے دنیا سے اٹھ جائے- اسی لئے مجاہدین جب جہاد کے لئے جاتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ سے بیوپار کیا- یعنی وہ خرید فروخت جسے وہ پہلے سے کر چکا تھا' اس نے پوری کی- حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے لیلۃ العقبہ میں بیعت کرتے ہوئے کہا کہ اے اللہ کے رسولؐ اپنے رب کے لئے اور اپنے لئے جو چاہیں شرط منوالیں- آپؐ نے فرمایا' میں اپنے رب کے لئے تم سے یہ شرط قبول کراتا ہوں کہ اسی کی عبادت کرنا- اس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کرنا- اور اپنے لئے تم سے اس بات کی پابندی کراتا ہوں کہ جس طرح اپنی جان ومال کی حفاظت کرتے ہو' میری بھی حفاظت کرنا- حضرت عبداللہ نے پوچھا جب ہم یونہی کریں تو ہمیں کیا ملے گا؟ آپؐ نے فرمایا جنت- یہ سنتے ہی خوشی سے کہنے لگے' واللہ اس سودے میں تو ہم بہت ہی نفع میں رہیں گے- بس اب پختہ بات ہے نہ ہم اسے توڑیں گے نہ توڑنے کی درخواست کریں گے- پس یہ آیت نازل ہوئی- یہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں نہ اس کی پرواہ ہوتی ہے کہ ہم مارے جائیں گے نہ اللہ کے دشمنوں پر وار کرنے میں انہیں تامل ہوتا ہے- مرتے ہیں اور مارتے ہیں- ایسوں کے لئے یقیناً جنت واجب ہے-

بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ جو شخص راہ اللہ میں نکل کھڑا ہو' جہاد کے لئے' رسولوں کی سچائی مان کر' اسے یا تو فوت کر کے بہشت بریں میں اللہ تبارک وتعالیٰ لے جاتا ہے یا پورے پورے اجر اور بہترین غنیمت کے ساتھ واپس اسے لوٹاتا ہے- اللہ تعالیٰ نے یہ بات اپنے ذمے ضروری کرلی ہے اور اپنے رسولوں پر اپنی بہترین کتابوں میں نازل بھی فرمائی ہے- حضرت موسیٰ پر اتری ہوئی تورات میں حضرت عیسیٰؑ پر اتری ہوئی انجیل میں اور حضرت محمدؐ پر اترے ہوئے قرآن میں اللہ کا یہ وعدہ موجود ہے- صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین- اللہ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا- اللہ سے زیادہ وعدوں کا پورا کرنے والا اور کوئی نہیں ہوسکتا- نہ اس سے زیادہ سچائی کسی کی باتوں میں ہوتی ہے- جس نے اس خرید وفروخت کو پورا کیا' اس کے لئے خوشی ہے اور مبارکباد ہے- وہ کامیاب ہے- اور جنتوں کی ابدی نعمتوں کا مالک ہے-

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾

یہ لوگ توبہ کرنے والے عبادت گزار اللہ کی تعریفیں کرنے والے اللہ کی راہ میں سفر کرنے والے رکوع سجدوں میں مشغول رہنے والے اچھے کاموں کا حکم کرنے والے بری باتوں سے روکنے والے اللہ تعالیٰ کی حد بندیوں کی حفاظت کرنے والے ہوتے ہیں تو ان مسلمانوں کو بشارتیں سنا دے ○

مومنین کی صفات : ☆☆ (آیت:۱۱۲) جن مومنوں کا اوپر ذکر ہوا ہے ان کی پاک اور بہترین صفتیں بیان ہو رہی ہیں کہ وہ تمام گناہوں سے توبہ کرتے رہتے ہیں برائیوں کو چھوڑتے جاتے ہیں۔ اپنے رب کی عبادت پر جمے رہتے ہیں ہر قسم کی عبادتوں کی حفاظت کرتے ہیں قولی عبادت ہو یا فعلی یہ بجالاتے ہیں چونکہ قولی عبادتوں میں خاص طور پر قابل ذکر چیز اللہ کی حمد و ثنا ہے اس لئے وہ اس کی حمد بکثرت ادا کرتے ہیں۔ اور فعلی عبادتوں میں خصوصیت کے ساتھ افضل عبادت روزہ ہے۔ اس لئے وہ اسے بھی اچھائی سے رکھتے ہیں۔ کھانے کو پینے کو جماع کو ترک کر دیتے ہیں۔ یہی مراد لفظ سائحون سے یہاں ہے۔ یہی وصف آنحضرت ﷺ کی بیویوں کا قرآن نے بیان فرمایا ہے اور یہی لفظ سائحات وہاں بھی ہے۔ رکوع وسجود کرتے رہتے ہیں یعنی نماز کے پابند ہیں۔ ان اللہ کی عبادتوں کے ساتھ ہی ساتھ مخلوق کے نفع سے بھی غافل نہیں۔ اللہ کی اطاعت کا ہر ایک کو حکم کرتے ہیں۔ برائیوں سے روکتے رہتے ہیں۔ خود علم حاصل کر کے بھلائی برائی میں تمیز کر کے احکام الٰہی کی حفاظت کر کے پھر اوروں کو بھی اس کی رغبت دیتے ہیں۔ حق تعالیٰ کی عبادت اور اس کی مخلوق کی حفاظت دونوں زیر نظر رہتے ہیں۔ یہی باتیں ایمان کی ہیں اور یہی اوصاف مومنوں کے ہیں۔ انہیں خوش خبریاں ہوں۔ حضرت ابن مسعودؓ سیاحت سے مراد روزہ لیتے ہیں۔ اسی طرح ابن عباسؓ بھی بلکہ آپؐ سے مروی ہے کہ قرآن کریم میں جہاں کہیں یہ لفظ آیا ہے وہاں یہی مطلب ہے۔ ضحاکؒ بھی یہی کہتے ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اس امت کی سیاحت روزہ ہے۔ مجاہد سعید عطا عبدالرحمٰن ضحاک سفیان وغیرہ کہتے ہیں کہ مراد سَآئِحُوْنَ سے صائمون ہے۔ یعنی جو روزے رمضان کے رکھیں۔ ابوعمرو کہتے ہیں روزہ پر دوام کرنے والے۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی ہے کہ مراد سَآئِحُوْنَ سے روزے دار ہیں لیکن اس حدیث کا موقوف ہونا ہی زیادہ صحیح ہے۔ ایک مرسل حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اس لفظ کا مطلب پوچھا گیا تو آپؐ نے یہی فرمایا۔ تمام اقوال سے زیادہ صحیح اور زیادہ مشہور تو یہی قول ہے اور ایسی دلیلیں بھی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مراد سیاحت سے اللہ کی راہ میں جہاد ہے۔ ابوداؤد میں ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ مجھے سیاحت کی اجازت دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا میری امت کی سیاحت اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں سیاحت کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کے بدلے اپنی راہ کا جہاد اور ہر اونچائی پر اللہ اکبر کہنا عطا فرمایا ہے۔

حضرت عکرمہ فرماتے ہیں مراد اس سے علم دین کے طالب علم ہیں۔ عبدالرحمٰن فرماتے ہیں اللہ کی راہ کے مہاجر ہیں۔ بعض لوگ صوفیہ طبقہ کے جو اس سے مراد لیتے ہیں کہ زمین کی سیر کرنی سفر میں رہنا ادھر ادھر جانا آنا پہاڑوں دروں جنگلوں اور بنوں میں پھرنا اس کا نام سیاحت ہے۔ یہ محض غلط فہمی ہے یہ سیاحت مشروع نہیں۔ ہاں خدانخواستہ اگر بستی میں رہنے سے دین میں کوئی فتنہ پڑنے کا اندیشہ ہو تو اور بات ہے۔ جیسے کہ صحیح بخاری شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں قریب ہے کہ مومن کا سب سے بہتر مال بکریاں بن جائیں جن کے پیچھے وہ پہاڑوں کی چوٹیوں اور بارش برسنے کی جگہوں میں پڑا رہے۔ اپنے دین کو لے کر فتنوں سے بھاگتا اور بچتا رہے۔ اللہ کی حدوں کی حفاظت کرنے والے یعنی بقول ابن عباس اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قائم رہنے والے۔ بقول حسن بصری فرائض کی پابندی کرنے والے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بجالانے والے۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿١١٣﴾ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ ۚ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ ﴿١١٤﴾

نبی کو اور ایمان داروں کو یہ لائق ہی نہیں کہ مشرکوں کے لئے استغفار کریں گو وہ قرابت دار ہی کیوں نہ ہوں؟ اس کے بعد کہ ان پر یہ ظاہر ہو چکا ہے کہ وہ دوزخی ہیں ○ ابراہیم کا اپنے والد کے لئے استغفار تو صرف اس وعدے کی وجہ سے تھا جو وہ اس سے کر چکا تھا' پھر جب اس پر کھل گیا کہ وہ دشمن رب ہے تو وہ اسی وقت اس سے بیزار ہو گیا' ابراہیم تو بڑا ہی نرم دل' بردبار تھا ○

مشرکین کے لیے دعائے مغفرت کی نبی اکرم ﷺ کو ممانعت: ☆☆ (آیت: ۱۱۳-۱۱۴) مسند احمد میں ہے کہ ابو طالب کی موت کے وقت اس کے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے- وہاں اس وقت ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بھی تھا- آپؐ نے فرمایا' چچا لا الہ الا اللہ کہہ لے- اس کلمے کی وجہ سے اللہ عزوجل کے ہاں میں تیری سفارش تو کر سکوں- یہ سن کر ان دونوں نے کہا کہ اے ابو طالب کیا تو عبدالمطلب کے دین سے پھر جائے گا؟ اس پر اس نے کہا کہ میں تو عبدالمطلب کے دین پر ہوں- آنحضرت ﷺ نے فرمایا' خیر میں جب تک منع نہ کر دیا جاؤں تیرے لئے بخشش مانگتا رہوں گا- لیکن آیت مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ اتری- یعنی نبی کو اور مومنوں کو لائق نہیں کہ وہ مشرکوں کے لئے بخشش مانگیں گو وہ ان کے قریبی رشتہ دار ہی ہوں- ان پر تو یہ ظاہر ہو چکا ہے کہ یہ مشرک جہنمی ہیں- اسی بارے میں آیت اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ الخ بھی اتری ہے- یعنی تو جسے محبت کرے' اسے راہ نہیں دکھا سکتا بلکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے راہ دکھاتا ہے- مسند احمد میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کی زبانی اپنے مشرک ماں باپ کے لئے استغفار سن کر اس سے کہا کہ تو مشرکوں کے لئے استغفار کرتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ کیا حضرت ابراہیم نے اپنے باپ کے لئے استغفار نہیں کیا؟ فرماتے ہیں' میں نے جا کر یہ ذکر نبی ﷺ سے کیا- اس پر یہ آیت اتری- کہا جب کہ وہ مر گیا پھر میں نہیں جانتا یہ قول مجاہد کا ہے- مسند احمد میں ہے' ہم تقریباً ایک ہزار آدمی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے- آپؐ منزل پر اترے- دو رکعت نماز ادا کی- پھر ہماری طرف منہ کر کے بیٹھے- اس وقت آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے- حضرت عمرؓ یہ دیکھ کر تاب نہ لا سکے- اٹھ کر عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں' کیا بات ہے؟ آپؐ نے فرمایا' بات یہ ہے کہ میں نے اپنے رب عزوجل سے اپنی والدہ کے لئے استغفار کرنے کی اجازت طلب کی تو مجھے اجازت نہ ملی- اس پر میری آنکھیں بھر آئیں کہ میری ماں ہے اور جہنم کی آگ ہے- اچھا اور سنو' میں نے تمہیں تین چیزوں سے منع کیا تھا- اب وہ ممانعت ہٹ گئی ہے- زیارت قبور سے منع کیا تھا- اب تم کرو کیونکہ اس سے تمہیں بھلائی یاد آئے گی- میں نے تمہیں تین دن سے زیادہ قربانی کے گوشت کو روکنے سے منع فرمایا تھا- اب تم کھاؤ اور جس طرح چاہو روک رکھو- اور میں نے تمہیں بعض خاص برتنوں میں پینے کو منع فرمایا تھا لیکن اب تم جس برتن میں چاہو پی سکتے ہو- لیکن خبردار نشے والی چیز ہرگز نہ پینا-

ابن جریر میں ہے کہ مکہ شریف آتے ہوئے رسول اللہ ﷺ ایک نشان قبر کے پاس بیٹھ گئے اور کچھ دیر خطاب کر کے آپ کھڑے

ہوئے- ہم نے پوچھا کہ یارسول اللہ یہ کیا بات تھی؟ آپؐ نے فرمایا' میں نے اپنے پروردگار سے اپنی ماں کی قبر کے دیکھنے کی اجازت مانگی- وہ تو مل گئی لیکن اس کے لئے استغفار کرنے کی اجازت مانگی تو نہ ملی- اب جو آپؐ نے رونا شروع کیا تو ہم نے تو آپؐ کو کبھی ایسا اور اتنا روتے نہیں دیکھا- ابن ابی حاتم میں ہے کہ آپؐ قبرستان کی طرف نکلے- ہم بھی آپؐ کے ساتھ تھے- وہاں آ کر آپؐ ایک قبر کے پاس بیٹھ کر دیر تک مناجات میں مشغول رہے- پھر رونے لگے- ہم بھی خوب روئے- پھر کھڑے ہوئے تو ہم سب بھی کھڑے ہو گئے- آپ نے حضرت عمرؓ کو اور ہمیں بلا کر فرمایا کہ تم کیسے روئے؟ ہم نے کہا کہ آپ کو روتا دیکھ کر- آپؐ نے فرمایا- یہ قبر میری ماں آمنہ کی تھی- میں نے اسے دیکھنے کی اجازت چاہی تھی جو مجھے ملی تھی- اور روایت میں ہے کہ دعا کی اجازت نہ ملی اور آیت ما کان الخ' اتری پس جو ماں کی محبت میں صدمہ ہونا چاہئے' مجھے ہوا- دیکھو میں نے زیارت قبر کی تمہیں ممانعت کی تھی لیکن اب میں رخصت دیتا ہوں- کیونکہ اس سے آخرت یاد آتی ہے-

طبرانی میں ہے کہ غزوۂ تبوک کی واپسی میں عمرے کے وقت ثنیۃ عسفان سے اترتے ہوئے آپؐ نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا' تم عقبہ میں ٹھہرو- میں ابھی آیا- وہاں سے اتر کر آپ اپنی والدہ کی قبر پر گئے- اللہ تعالیٰ سے دیر تک مناجات کرتے رہے- پھر پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کیا- آپ کے رونے سے سب لوگ رونے لگے اور یہ سمجھے کہ آپؐ کی امت کے بارے میں کوئی نئی بات پیدا ہوئی جس سے آپ اس قدر رو رہے ہیں- انہیں روتا دیکھ کر رسول اللہ ﷺ واپس پلٹے اور دریافت فرمایا کہ تم لوگ کیوں رو رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا' آپؐ کو روتا دیکھ کر اور یہ سمجھ کر کہ شاید آپؐ کی امت کے بارے میں کوئی ایسا نیا حکم اترا جو طاقت سے باہر ہے- آپؐ نے فرمایا' سنو بات یہ ہے کہ یہاں میری ماں کی قبر ہے- میں نے اپنے پروردگار سے قیامت کے دن اپنی ماں کی شفاعت کی اجازت طلب کی لیکن اللہ تعالیٰ نے عطا نہیں فرمائی تو میرا دل بھر آیا اور میں رونے لگا- جبرئیل آئے اور مجھ سے فرمایا' ابراہیم کا استغفار اپنے باپ کے لئے صرف ایک وعدے سے تھا جس کا وعدہ ہو چکا تھا لیکن جب اس پر کھل گیا کہ اس کا باپ اللہ کا دشمن ہے تو وہ فوراً بےزار ہو گیا- پس آپؐ بھی اپنی ماں سے اسی طرح بیزار ہو جایئے جس طرح حضرت ابراہیم اپنے باپ سے بیزار ہو گئے- پس مجھے اپنی ماں پر رحم اور ترس آیا-

پھر میں نے دعا کی کہ میری امت پر سے چار سختیاں دور کر دی جائیں- اللہ تعالیٰ نے دو تو دور فرما دیں لیکن دو کے دور فرمانے سے انکار فرما دیا (۱) آسمان سے پتھر برسا کر ان کی ہلاکت (۲) زمین میں انہیں دھنسا کر ان کی ہلاکت (۳) ان میں پھوٹ اور اختلاف کا پڑنا (۴) ان میں ایک کو ایک سے ایذائیں پہنچنا- ان چاروں چیزوں سے بچاؤ کی میری دعا تھی- دو پہلی چیزیں تو مجھے عنایت ہو گئیں- میری امت آسمانی پتھراؤ سے اور زمین میں دھنسائے جانے سے تو بچا دی گئی- ہاں آپس کا اختلاف' آپس کی سر پھٹول' یہ نہیں اٹھی- آپؐ کی والدہ کی قبر ایک ٹیلے تلے تھی- اس لئے آپؐ راستے سے گھوم کر وہاں گئے تھے- یہ روایت غریب ہے اور سیاق عجیب ہے- لیکن اس سے بھی زیادہ غریب اور منکر وہ روایت ہے جو امام خطیب بغدادی نے اپنی کتاب بنام سابق لاحق میں مجہول سند سے وارد کی ہے جس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی والدہ کو زندہ کر دیا- وہ ایمان لائیں- پھر مر گئیں- اسی طرح کی سہیلی کی ایک روایت ہے جس میں ایک نہیں کئی ایک راوی مجہول ہیں- اس میں ہے کہ آپؐ کے ماں باپ دونوں دوبارہ زندہ ہوئے- پھر ایمان لائے- ابن دحیہ نے اسی روایت پر نظریں جما کر کہا ہے کہ یہ نئی زندگی اسی طرح کی ہے جس طرح مروی ہے کہ سورج ڈوب جانے کے بعد واپس لوٹا اور حضرت علیؓ نے نماز عصر ادا کی- طحاوی تو کہتے ہیں کہ سورج والی یہ روایت ثابت ہے- قرطبی کہتے ہیں' ان کی دوبارہ کی زندگی شرعاً یا عقلاً ممتنع نہیں- کہتے ہیں' میں نے سنا ہے کہ آپؐ کے چچا ابو طالب کو بھی اللہ تعالیٰ نے زندہ کیا اور وہ آپؐ پر ایمان لایا- میں کہتا ہوں اگر صحیح روایت سے یہ روایتیں ثابت ہوں تو بےشک مانع کوئی نہیں (لیکن تینوں روایتیں محض گپ ہیں) واللہ اعلم- حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں' آپؐ نے ارادہ کیا کہ اپنی ماں کے لئے استغفار کریں- اس

آیت میں اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا۔ تو آپؐ نے حضرت ابراہیم کے استغفار کو پیش کیا۔ اس کا جواب آیت وَمَا کَانَ اسْتِغْفَارُ الخ میں مل گیا۔ فرماتے ہیں اس آیت سے پہلے مشرکین کے لئے استغفار کیا جاتا تھا۔ اب ممنوع ہو گیا۔ ہاں زندوں کے لئے جائز رہا۔ لوگوں نے آ کر حضور سے کہا کہ ہمارے بڑوں میں ایسے بھی تھے جو پڑوس کا اکرام کرتے تھے۔ صلہ رحمی کرتے تھے۔ غلام آزاد کرتے تھے۔ ذمہ داری کا خیال رکھتے تھے۔ تو کیا ہم ان کے لئے استغفار نہ کریں؟ آپؐ نے فرمایا' کیوں نہیں' میں بھی اپنے والد کے لئے استغفار کرتا ہوں جیسے کہ حضرت ابراہیمؑ اپنے والد کے لئے کرتے تھے۔ اس پر آیت مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ الخ' سے الْجَحِیْمِ تک نازل ہوئی۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا عذر بیان ہوا اور فرمایا وَمَا کَانَ اسْتِغْفَارُ الخ' مذکور ہے کہ نبی اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے چند باتیں وحی کی ہیں جو میرے کانوں میں گونج رہی ہیں اور میرے دل میں جگہ پکڑے ہوئے ہیں۔ مجھے حکم فرمایا گیا کہ میں کسی ایسے شخص کے لئے استغفار نہ کروں جو شرک پر مرا ہو اور یہ کہ جو شخص اپنا فالتو مال دے دے' اس کے لئے یہی افضل ہے اور جو روک رکھے' اس کے لئے برائی ہے۔ ہاں برابر سرابر حسب ضرورت پر اللہ کے ہاں ملامت نہیں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں' ایک یہودی مر گیا جس کا ایک لڑکا تھا لیکن وہ مسلمان تھا۔ اس لئے اپنے باپ کے جنازے میں وہ شریک نہ ہوا۔ جب حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو یہ بات معلوم ہوئی تو فرمانے لگے' اسے جنازے میں جانا چاہئے تھا اور دفن میں بھی موجود رہنا چاہئے تھے اور باپ کی زندگی تک اس کے لئے ہدایت کی دعا کرنی چاہئے تھی۔ ہاں موت کے بعد اسے اس کی حالت پر چھوڑ دیتا۔ پھر آپ نے آیت وَمَا کَانَ اسْتِغْفَارُ الخ' تلاوت فرمائی کہ حضرت ابراہیمؑ نے یہ طریقہ نہیں چھوڑا۔ اس کی صحت کی گواہ ابو داؤد وغیرہ کی یہ روایت بھی ہو سکتی ہے کہ ابوطالب کی موت پر حضرت علی رضی اللہ عنہ آ کر کہتے ہیں کہ یا رسول اللہ آپؐ کے بوڑھے چچا گمراہ مر گئے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا جاؤ انہیں دفنا کر سیدھے میرے پاس آؤ۔ مروی ہے کہ جب ابوطالب کا جنازہ حضورؐ کے پاس سے گزرا تو آپؐ نے فرمایا' میں تو تجھ سے صلہ رحمی کا رشتہ نبھا چکا۔

حضرت عطا بن ابی رباح فرماتے ہیں میں تو قبلے کی طرف منہ کرنے والوں میں سے کسی کے جنازے کی نماز نہ چھوڑوں گا۔ گو وہ کوئی حبشن زنا سے حاملہ ہی ہو۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے مشرکوں پر ہی نماز و دعا حرام کی ہے اور فرمایا ہے مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ الخ' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے سنا کہ وہ کہتے ہیں' اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے جو ابو ہریرہؓ اور اس کی ماں کے لئے استغفار کرے۔ تو اس نے کہا' باپ کے لئے بھی۔ آپؓ نے فرمایا۔ نہیں اس لئے کہ میرا باپ شرک پر مرا ہے۔ آیت میں فرمان الٰہی ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ پر اپنے باپ کا دشمن ہونا کھل گیا یعنی وہ کفر ہی پر مر گیا' مروی ہے کہ قیامت کے دن جب حضرت ابراہیمؑ سے ان کا باپ ملے گا' نہایت سراسیمگی' پریشانی کی حالت میں' چہرہ غبار آلود اور کالا پڑا ہوا ہو گا' کہے گا کہ ابراہیمؑ آج میں تیری نافرمانی نہ کروں گا۔ حضرت ابراہیمؑ جناب باری میں عرض کریں گے کہ میرے رب تو نے مجھے قیامت کے دن رسوا نہ کرنے کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ اور میرا باپ تیری رحمت سے دور ہو کر عذابوں میں مبتلا ہو۔ یہ بہت بڑی رسوائی ہے۔ اس پر فرمایا جائے گا کہ اپنی پیٹھ پیچھے دیکھو۔ دیکھیں گے کہ ایک بجو کیچڑ میں لتھڑا ہوا کھڑا ہے۔ یعنی آپؑ کے والد کی صورت مسخ ہو گئی ہو گی اور اس کے پاؤں پکڑ کر گھسیٹ کر اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

فرماتا ہے کہ ابراہیم بڑا ہی دعا کرنے والا تھا۔ حضورؐ سے اواہ کا مطلب دریافت کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا رونے دھونے والا' اللہ تعالیٰ کے سامنے گریہ وزاری کرنے والا۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں' بہت ہی رحم کرنے والا۔ مخلوق اللہ کے ساتھ نرمی اور سلوک اور مہربانی کرنے والا۔ ابن عباسؓ کا قول ہے' پورے یقین والا۔ سچے ایمان والا۔ توبہ کرنے والا۔ حبشی زبان میں اواہ مومن اور موقن یقین و ایمان والے کو کہتے ہیں۔ ذوالنجادین نامی ایک صحابی کو اس بنا پر کہ جب قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا تو وہ اسی وقت دعا کے ساتھ آواز

اٹھاتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اواہ فرمایا۔ (مسند احمد) اواہ سے مراد تسبیح پڑھنے والا' ضحیٰ کی نماز پڑھنے والا' اپنے گناہوں کی یاد آنے پر استغفار کرنے والا۔ اللہ کے دین کی حفاظت کرنے والا' رب سے ڈرنے والا' پوشیدہ اگر کوئی گناہ ہو جائے تو توبہ کرنے والا بھی مروی ہے۔ آنحضرت ﷺ کے سامنے ایک شخص کا ذکر ہوا۔ کہا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بکثرت یاد کرتا ہے اور اللہ کی تسبیح بیان کرتا رہتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا وہ اواہ ہے۔ (ابن جریرؒ) اسی ابن جریرؒ میں ہے کہ حضورؐ نے ایک میت کو دفن کر کے فرمایا' یقیناً تو اواہ یعنی بکثرت تلاوت کلام اللہ شریف کرنے والا تھا۔ اور روایت میں ہے کہ ایک شخص بیت اللہ شریف کا طواف کرتے ہوئے اپنی دعا میں اوہ اوہ کر رہا تھا۔ اس کے انتقال کے بعد حضورؐ اس کے دفن میں شامل تھے چونکہ رات کا وقت تھا۔ اس لئے آپؐ کے ساتھ چراغ بھی تھا۔ (ابن جریر) یہ روایت غریب ہے۔ کعب احبارؒ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیمؑ کے سامنے جہنم کا ذکر ہوتا تھا تو آپ اس سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں' اواہ یعنی فقیہ۔ امام ابن جریرؒ کا فیصلہ یہ ہے کہ سب سے بہتر قول ان تمام اقوال میں یہ ہے کہ مراد اس لفظ سے بکثرت دعا کرنے والا ہے۔ الفاظ کے مناسب بھی یہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہاں ذکر یہ فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے والد کے لئے استغفار کیا کرتے تھے اور تھے بھی بکثرت دعا مانگنے والے۔ بردبار بھی تھے۔ جو آپ پر ظلم کرے' آپ سے برا پیش آئے' آپ تحمل کر جایا کرتے تھے۔ باپ نے آپ کو ایذا دی' صاف کہہ دیا تھا کہ تو میرے معبودوں سے منہ پھیر رہا ہے۔ تو اگر اپنی اس حرکت سے باز نہ آیا تو میں تجھے پتھر مار مار کر مار ڈالوں گا۔ وغیرہ لیکن پھر بھی آپ نے اس کے لئے استغفار کرنے کا وعدہ کر لیا۔ پس اللہ فرماتا ہے کہ ابراہیم اواہ حلیم تھے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۭ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۱۶﴾

جب کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کسی قوم کو راہ پر لا چکا پھر ایسا نہیں کہ انہیں گمراہ کر دے جب تک کہ ان کے لئے ان چیزوں کو کھول نہ دے جن سے انہیں بچنا چاہئے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کو پوری طرح جاننے والا ہے ○ اللہ ہی کے لئے آسمان و زمین کی بادشاہت ہے۔ وہی جلاتا ہے اور مارتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی حمایتی اور مددگار نہیں ○

معصیت کا تسلسل گمراہی کا بیج ہے: ☆☆ (آیت: ۱۱۵-۱۱۶) اللہ تعالیٰ خبر دے رہا ہے کہ وہ کریم و عادل اللہ کسی قوم کو ہدایت کرنے کے بعد حجت پوری کیے بغیر گمراہ نہیں کرتا۔ جیسے اور جگہ ہے کہ ثمودیوں کو ہم نے ہدایت دی لیکن انہوں نے بینائی کے باوجود اندھے پن کو ترجیح دی۔ اوپر کی آیت کی مناسبت کی وجہ سے مشرکوں کے لئے استغفار نہ کرنے کے بارے میں خاص طور پر اور اللہ تعالیٰ کی ہر معصیت کے چھوڑنے اور ہر طاعت کے بجا لانے میں عام طور پر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے بیان فرما چکا ہے۔ اب جو چاہے کرے' جو چاہے چھوڑے۔ امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرتا کہ مومنوں کو مشرک مردوں کے استغفار سے روکے بغیر ہی ان کے اس استغفار کی وجہ سے انہیں اپنے نزدیک گمراہ بنا دے۔ حالانکہ اس سے پیشتر وہ انہیں ایمان کی راہ پر لا چکا ہے۔ پس پہلے اپنی کتاب کے ذریعے انہیں اس سے روک رہا ہے۔ اب جو مان گیا اور اللہ کی ممانعت کے کام سے رک گیا' اس پر اس سے پہلے کیے ہوئے کام کی وجہ سے گمراہی لازم نہیں ہو جاتی۔ اس لئے کہ طاعت و معصیت' حکم و ممانعت کے بعد ہوتی ہے۔ اس سے پہلے مطیع اور عاصی ظاہر نہیں ہوتا۔ پہلے ہی ان چیزوں کو وہ

ظاہر فرما دیتا ہے جس سے بچانا چاہتا ہے۔ وہ پورا باخبر اور سب سے بڑھ کر علم والا ہے۔ پھر مومنوں کو مشرکین سے اور ان کے ذی اختیار بادشاہوں سے جہاد کی رغبت دلاتا ہے۔ اور انہیں اپنی مدد پر بھروسہ کرنے کو فرماتا ہے کہ زمین و آسمان کا مالک میں ہی ہوں۔ تم میرے دشمنوں سے مرعوب مت ہونا۔ کون ہے جو ان کا حمایتی بن سکے؟ اور کون ہے جو ان کی مدد پر میرے مقابلے میں آ سکے؟ ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کے مجمع میں بیٹھے ہوئے فرمانے لگے کیا جو میں سنتا ہوں تم بھی سن رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضرت ہمارے کان میں تو کوئی آواز نہیں آ رہی۔ آپؐ نے فرمایا' میں آسمانوں کا چر چرانا سن رہا ہوں اور حقیقت میں اس کا چر چرانا ٹھیک بھی ہے۔ ان میں ایک بالشت بھر جگہ ایسی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ سجدے میں اور قیام میں نہ ہو۔ کعب احبارؒ فرماتے ہیں' ساری زمین میں سوئی کے ناکے برابر کی جگہ بھی ایسی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ مقرر نہ ہو جو یہاں کا علم اللہ کی طرف نہ پہنچاتا ہو۔ آسمان کے فرشتوں کی گنتی زمین کے سنگریزوں سے بھی زیادہ ہے۔ عرش کے اٹھانے والے فرشتوں کے ٹخنے اور پنڈلی کے درمیان کا فاصلہ ایک سو سال کا ہے۔

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾

یقیناً اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ متوجہ ہو گیا نبی پر اور مہاجرین اور انصار پر جو مشکل کی گھڑی میں نبی کی پیروی میں لگے رہے' اسکے بعد کہ قریب تھا کہ ان کی ایک جماعت کے دل ٹیڑھے ہو جائیں' پھر بھی اللہ ان پر مہربان ہو گیا' بے شک وہ ان کے اوپر شفقت و مہربانی کرنے والا ہے۔ ○

تپتے صحرا کی پیاس اور مجاہدین سرگرم سفر: ☆☆ (آیت: ۱۱۷) مجاہدؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت جنگ تبوک کے بارے میں اتری ہے۔ اس جنگ میں جانے کے وقت سال بھی قحط کا تھا' گرمیوں کا موسم تھا' کھانے پینے کی کمی تھی' راستوں میں پانی نہ تھا۔ شام کے ملک تک کا دور دراز کا سفر تھا۔ سامان رسد کی اتنی کمی تھی کہ دو دو آدمیوں میں ایک ایک کھجور بٹتی تھی۔ پھر تو یہ ہو گیا تھا کہ ایک کھجور ایک جماعت کو ملتی۔ یہ چوس کر اسے دیتا۔ وہ اور کو اور ایک ایک چوس کر پانی پی لیتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت ان پر لازم کر دی اور انہیں واپس لایا۔ حضرت عمرؓ سے جب اس سختی کا سوال ہوا تو آپؓ نے فرمایا' سخت گرمیوں کے زمانے میں ہم نکلنے کو تھے' ایک منزل میں تو پیاس کے مارے ہماری گردنیں ٹوٹنے لگیں یہاں تک کہ لوگ اپنے اونٹوں کو ذبح کر کے اس کی اوجھڑی نچوڑ کر اس پانی کو پیتے اور پھر اسے اپنے کلیجے سے لگا لیتے۔ اس وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاؤں کو ہمیشہ ہی قبول فرمایا ہے۔ اب بھی دعا کیجئے کہ اللہ قبول فرمائے۔ آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا شروع کی' اسی وقت آسمان پر ابر چھا گیا اور برسنے لگا اور خوب برسا جس کے پاس جتنے برتن تھے' سب بھر لئے۔ اور بارش رک گئی' اب جو ہم دیکھتے ہیں تو ہمارے لشکر کے احاطے سے باہر ایک قطرہ بھی کہیں نہیں برسا تھا۔ پس اس جہاد میں جنہوں نے روپے پیسے سے' سواری سے' خوراک سے' سامان رسد اور ہتھیار سے پانی وغیرہ سے غرض کسی طرح بھی مومنوں کی مدد کی تھی' ان کی فضیلت و برتری بیان ہو رہی ہے۔ یہی وہ وقت تھا کہ بعض کے دل پھر جانے کے قریب ہو گئے تھے۔ مشقت' شدت اور بھوک پیاس نے دلوں کو ہلا دیا تھا' مسلمان جھنجھوڑ دیئے گئے تھے لیکن رب نے انہیں سنبھال لیا اور اپنی طرف جھکا لیا اور ثابت قدمی عطا فرما کر خود بھی ان پر مہربان ہو گیا' اللہ تعالیٰ جیسی رافت و رحمت اور کس کی ہے؟ وہ ان پر خوب ہی رحمت و کرم رکھتا ہے۔

وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ۭ حَتّٰٓي اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُھُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ۭ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۱۸﴾ يٰٓاَيُّھَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾

ان تینوں پر بھی جو پیچھے رکھ دیئے گئے تھے' یہاں تک کہ یہ زمین باوجود اپنی کشادگی کے ان پر تنگ آ گئی اور خود وہ اپنی جانوں سے بھی تنگ آ گئے اور باور کر لیا کہ اللہ کی گرفت سے بجز اسی کی طرف رجوع کرنے کے اور کوئی جائے پناہ نہیں۔ پس اللہ نے ان کی طرف مہربانی سے توجہ فرمائی کہ وہ رجوع ہوتے رہیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ توجہ فرمانیوالا رحم کرنے کو والا ہے ○ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور سچوں کے ساتھی بن جاؤ ○

جنگ تبوک میں عدم شمولیت سے پشیمان: ☆☆ (آیت: ۱۱۸-۱۱۹) حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبیداللہ جو آپ کے نابینا ہو جانے کے بعد آپ کا ہاتھ تھام کر لے جایا لے آیا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ جنگ تبوک کے موقع پر میرے والد کے رہ جانے کا واقعہ خود ان کی زبانی یہ ہے کہ فرماتے ہیں' میں اس کے سوا کسی اور غزوے میں پیچھے نہیں رہا۔ ہاں غزوہ بدر کا ذکر نہیں۔ اس میں جو لوگ شامل نہیں ہوئے تھے' ان پر کوئی سرزنش نہیں ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ تو قافلے کے ارادے سے چلے تھے لیکن وہاں اللہ کی مرضی سے قریش کے جنگی مرکز سے لڑائی ٹھہر گئی۔ تو چونکہ یہ لڑائی بے خبری میں ہوئی' اس لئے میں اس میں حاضر نہ ہو سکا' اس کی بجائے الحمدللہ میں لیلتہ العقبہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا جب کہ ہم نے اسلام پر موافقت کی تھی۔ اور میرے نزدیک تو یہ چیز بدر سے بھی زیادہ محبوب ہے۔ گو بدر کی شہرت لوگوں میں بہت زیادہ ہے۔ اچھا اب غزوہ تبوک کی غیر حاضری کا واقعہ سنئے۔ اس وقت مجھے جو آسانی اور قوت تھی' وہ اس سے پہلے کبھی میسر نہ آئی تھی۔ اس وقت میرے پاس دو دو اونٹنیاں تھیں۔ حضور جس غزوے میں جاتے تو یہ کرتے یعنی ایسے الفاظ کہتے کہ لوگ صاف مطلب نہ سمجھیں۔ لیکن چونکہ اس وقت موسم سخت گرم تھا' سفر بہت دور دراز کا تھا' دشمن بڑی تعداد میں تھا' پس آپ نے مسلمانوں کے سامنے اپنا مقصد صاف صاف واضح کر دیا کہ وہ پوری پوری تیاری کر لیں۔ آنحضرت ﷺ کے ساتھ اس وقت مسلمانوں کی تعداد بھی اتنی زیادہ تھی کہ رجسٹر میں ان کے نام نہ آ سکے۔

پس کوئی باز پرس نہ تھی۔ جو بھی چاہتا کہ میں رک جاؤں' وہ رک سکتا تھا اور آنحضرتؐ پر اس کا رکنا مخفی رہ سکتا تھا۔ ہاں اللہ کی وحی آ جائے یہ تو بات ہی اور ہے۔ اس لڑائی کے سفر کے وقت پھل پکے ہوئے تھے۔ سائے بڑھے ہوئے تھے۔ مسلمان صحابہؓ اور خود حضورؐ تیاریوں میں تھے۔ میری یہ حالت تھی کہ صبح نکلتا تھا کہ سامان تیار کر لوں لیکن ادھر ادھر شام ہو جاتی اور میں خالی ہاتھ گھر لوٹ جاتا۔ اور کہتا کوئی بات نہیں۔ روپیہ ہاتھ تلے ہے۔ کل خرید لوں گا اور تیاری کر لوں گا۔ یہاں تک کہ یونہی صبح شام صبح شام آج کل آج کل کرتے کوچ کا دن آ گیا اور لشکر اسلام بجانب تبوک چل پڑا۔ میں نے کہا کوئی بات نہیں ایک دو دن میں میں بھی پہنچتا ہوں۔ یونہی یوں آج کا کام کل پر ڈالا اور کل کا پرسوں پر یہاں تک کہ لشکر دور جا پہنچا۔ گرے پڑے لوگ بھی چل دیئے۔ میں نے کہا خیر دور ہو گئے اور کئی دن ہو گئے تو کیا ہوا۔ میں تیز چل کر جا ملوں گا لیکن افسوس کہ یہ بھی مجھ سے نہ ہو سکا۔ ارادوں ہی ارادوں میں رہ گیا۔ اب تو یہ حالت تھی کہ میں بازاروں میں نکلتا تو مجھے سوائے منافقوں اور بیمار' لولے ﷺ لنگڑے' اندھے مریضوں اور معذور لوگوں کے اور کوئی نظر نہ آتا۔

رسول اللہ ﷺ نے تبوک پہنچ کر مجھے یاد فرمایا کہ کعب بن مالک نے کیا کیا؟ اس پر بنو سلمہ کے ایک شخص نے کہا' اسے تو اچھے کپڑوں اور جسم کی راحت رسانی نے روک رکھا ہے۔ یہ سن کر حضرت معاذ بن جبلؓ نے فرمایا' آپ یہ درست نہیں فرما رہے۔ یارسول اللہ ہمارا خیال تو کعبؓ کی نسبت بہتر ہی ہے۔ حضورؐ خاموش ہو رہے۔ جب مجھے معلوم ہوا کہ اب آپ لوٹ رہے ہیں تو میرا جی بہت ہی گھبرایا۔ اور میں حیلے بہانے سوچنے لگا کہ یوں یوں بہانہ بنا کر حضورؐ کے غصے سے نکل جاؤں گا۔ اپنے والوں سے بھی رائے ملالوں گا۔ یہاں تک کہ مجھے معلوم ہوا کہ حضورؐ مدینے شریف کے قریب آ گئے تو میرے دل سے باطل اور جھوٹ بالکل الگ ہو گیا۔ اور میں نے سمجھ لیا کہ جھوٹے حیلے مجھے نجات نہیں دلوا سکے۔ سچ ہی کا آخر بول بالا رہتا ہے۔ پس میں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ جھوٹ بالکل نہیں بولوں گا۔ صاف صاف سچ سچ بات کہہ دوں گا۔ آپ خیر سے تشریف لائے اور حسب عادت پہلے مسجد میں آئے۔ دو رکعت نماز ادا کی اور وہیں بیٹھے۔ اسی وقت اس جہاد میں شرکت نہ کرنے والے آنے لگے اور عذر معذرت حیلے بہانے کرنے لگے۔ یہ لوگ اسی (۸۰) سے کچھ اوپر اوپر تھے۔ آپؐ ان کی باتیں سنتے اور اندرونی حالت سپرد اللہ کر کے ظاہری باتوں کو قبول فرما کر ان کے لئے استغفار کرتے۔ میں بھی حاضر ہوا اور سلام کیا۔ آپؐ نے غصے کے ساتھ تبسم فرمایا اور مجھے اپنے پاس بلایا۔ میں قریب آن کر بیٹھ گیا۔ آپؐ نے فرمایا' تم کیسے رک گئے؟ تم نے تو سواری بھی خرید لی تھی۔ میں نے کہا۔ یارسول اللہؐ اگر آپ کے سوا کسی اور کے پاس میں بیٹھا ہوا ہوتا تو بیسیوں باتیں بنالیتا۔ بولنے میں اور باتیں بنانے میں میں کسی سے پیچھے نہیں ہوں۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ آج اگر جھوٹ سچ ملا کر آپؐ کے غصے سے میں آزاد ہو گیا تو ممکن ہے کل اللہ تعالیٰ آپ کو حقیقت حال سے مطلع فرما کر پھر مجھ سے ناراض کر دے۔ اور آج میرے سچ کی بنا پر اگر آپ مجھ سے بگڑے تو ہو سکتا ہے کہ میری سچائی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ آپ کو مجھ سے پھر خوش کر دے۔ حضورؐ سچ تو یہ ہے کہ واللہ مجھے کوئی عذر نہ تھا۔ مجھے اس وقت جو آسانی اور فرصت تھی' اتنی تو کبھی اس سے پہلے میسر بھی نہیں ہوئی۔ آپؐ نے فرمایا' ہے تو یہ سچا۔ اچھا تم جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں جو فیصلہ کرے گا' وہی ہو گا۔ میں کھڑا ہو گیا۔ بنو سلمہ کے چند شخص بھی میرے ساتھ ہی اٹھے اور ساتھ ہی چلے اور مجھ سے کہنے لگے' اس سے پہلے تو تم سے کبھی کوئی اس قسم کی خطا نہیں ہوئی۔ لیکن تعجب ہے کہ تم نے کوئی عذر معذرت پیش نہیں کی جیسے کہ اوروں نے کی۔ پھر آنحضرت ﷺ تمہارے لئے استغفار کرتے تو تمہیں تو یہ کافی تھا۔

الغرض کچھ اس بے طرح یہ لوگ میرے پیچھے پڑے کہ مجھے خیال آنے لگا کہ پھر واپس جاؤں اور حضورؐ کے سامنے اپنی پہلی بات کو جھٹلا کر کوئی حیلہ غلط سلط میں بھی پیش کر دوں۔ پھر میں نے پوچھا کیوں جی' کوئی اور بھی میرے جیسا اس معاملے میں اور ہے؟ انہوں نے کہا ہاں دو شخص اور ہیں اور انہیں بھی وہی جواب ملا ہے جو تمہیں ملا ہے۔ میں نے کہا وہ کون کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا' مرارہ بن ربیع عامری اور ہلال بن امیہ واقفی۔ ان دونوں صالح اور نیک بدری صحابیوں کا نام جب میں نے سنا تو مجھے پورا اطمینان ہو گیا اور میں گھر چلا گیا۔ آنحضرت ﷺ نے ہم تینوں سے کلام کرنے سے مسلمانوں کو روک دیا تھا۔ لوگ ہم سے الگ ہو گئے' کوئی ہم سے بولتا چالتا نہ تھا یہاں تک کہ مجھے تو اپنا وطن پردیس معلوم ہونے لگا کہ گویا میں یہاں کی کسی چیز سے واقف ہی نہیں ہوں۔ پچاس راتیں ہم پر اسی طرح گزر گئیں۔ وہ دونوں بدری بزرگ تو تھک ہار کر اپنے اپنے مکانوں میں بیٹھ رہے۔ باہر اندر آنا جانا بھی انہوں نے چھوڑ دیا۔ میں ذرا زیادہ آنے جانے والا اور تیز طبیعت والا تھا۔ نہ میں نے مسجد جانا چھوڑا نہ بازاروں میں جانا آنا ترک کیا۔ ہاں مجھ سے کوئی بولتا نہ تھا۔ نماز کے بعد جب کہ حضور ﷺ مسجد میں لوگوں کے مجمع میں تشریف فرما ہوتے تو میں آتا اور سلام کرتا اور اپنے جی میں کہتا کہ میرے سلام کے جواب میں آپؐ

کے ہونٹ ہلے بھی یا نہیں؟ پھر آپؐ کے قریب ہی کہیں بیٹھ جاتا اور کنکھیوں سے آپؐ کو دیکھتا رہتا۔ جب میں نماز میں ہوتا تو آپؐ کی نگاہ مجھ پر پڑتی لیکن جہاں میں آپ کی طرف التفات کرتا' آپؐ میری طرف سے منہ موڑ لیتے۔ آخر اس ترک کلامی کی طویل مدت نے مجھے پریشان کر دیا۔

ایک روز میں اپنے چچا زاد بھائی ابو قتادہ کے باغ کی دیوار سے کود کر ان کے پاس گیا۔ مجھے ان سے بہت ہی محبت تھی۔ میں نے سلام کیا لیکن واللہ انہوں نے جواب نہ دیا۔ میں نے کہا ابو قتادہ تجھے اللہ کی قسم' کیا تو نہیں جانتا کہ میں اللہ رسول سے محبت رکھتا ہوں؟ اس نے پھر خاموشی اختیار کی۔ میں نے دوبارہ انہیں قسم دی اور پوچھا۔ وہ پھر بھی خاموش رہے میں نے سہ بارہ انہیں قسم دے کر یہی سوال کیا۔ اس کے جواب میں بھی وہ خاموش رہے اور فرمایا' اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ اب تو میں اپنے دل کو نہ روک سکا۔ میری دونوں آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور بہت ہی غمگین ہو کر میں پھر دیوار پر چڑھ کر باہر نکل گیا۔ میں بازار میں جا رہا تھا کہ میں نے شام کے ایک قبطی کو جو مدینے میں غلہ بیچنے آیا تھا' یہ پوچھتے ہوئے سنا کہ کوئی مجھے کعب بن مالکؓ کا پتہ بتا دے۔ لوگوں نے اسے میری طرف اشارہ کر کے بتا دیا' وہ میرے پاس آیا اور مجھے شاہ غسان کا خط دیا۔ میں لکھا پڑھا تو تھا ہی۔ میں نے پڑھا تو اس میں لکھا تھا' ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تمہارے سردار نے تم پر ظلم کیا ہے۔ تم کوئی ایسے گرے پڑے آدمی نہیں ہو۔ تم یہاں دربار میں چلے آؤ۔ ہم ہر طرح کی خدمت گزاریوں کے لئے تیار ہیں۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ یہ ایک اور مصیبت اور منجانب اللہ آزمائش ہے۔ میں نے تو جا کر چولھے میں اس رقعے کو جلا دیا۔ چالیس راتیں جب گزر چکیں تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد میرے پاس آ رہا ہے۔ اس نے آ کر آپؐ کا پیغام پہنچایا کہ تم اپنی بیوی سے علیحدہ رہو۔ میں نے پوچھا یعنی کیا طلاق دے دوں؟ یا کیا کروں؟ اس نے کہا نہیں۔ طلاق نہ دو لیکن ان سے ملو جلو نہیں۔ میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی یہی پیغام پہنچا۔ میں نے تو اپنی بیوی سے کہہ دیا کہ تم اپنے میکے چلی جاؤ اور وہیں رہو جب تک کہ اللہ تعالیٰ اس امر کا فیصلہ نہ کر دے۔ ہاں حضرت ہلال بن امیہ کی بیوی نے آن کر رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ میرے خاوند بہت بوڑھے ہیں۔ کمزور بھی ہیں اور گھر میں کوئی خادم بھی نہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں ان کا کام کاج کر دیا کروں۔

آپؐ نے فرمایا' اس میں کوئی حرج نہیں لیکن وہ تم سے ملیں نہیں۔ انہوں نے کہا واللہ ان میں تو حرکت کی قوت ہی نہیں اور جب سے یہ بات پیدا ہوئی ہے تب سے لے کر آج تک ان کے آنسو تھمے ہی نہیں۔ مجھ سے بھی میرے بعض دوستوں نے کہا کہ تم بھی اتنی اجازت تو حاصل کر لو جتنی حضرت ہلالؓ کے لئے ملی ہے۔ لیکن میں نے جواب دیا کہ میں اس بارے میں حضورؐ سے کچھ بھی نہیں کہوں گا۔ اللہ جانے آپؐ جواب میں کیا ارشاد فرمائیں؟ ظاہر ہے کہ وہ بوڑھے آدمی ہیں اور میں جوان ہوں۔ دس دن اس بات پر بھی گزر گئے۔ اور ہم سے سلام کلام بند ہونے کو پوری پچاس راتیں گذر چکیں۔ اس پچاسویں رات کو صبح کی نماز میں نے اپنے گھر کی چھت پر ادا کی۔ اور میں دل برداشتہ حیران و پریشان اسی حالت میں بیٹھا ہوا تھا جس کا نقشہ قرآن کریم نے کھینچا ہے کہ اپنی جان سے تنگ تھا۔ زمین باوجود اپنی کشادگی کے مجھ پر تنگ تھی کہ میرے کان میں سلع پہاڑی پر سے کسی کی آواز آئی کہ وہ باآواز بلند کہہ رہا ہے کہ اے کعب بن مالکؓ خوش ہو جا۔ واللہ میں اسی وقت سجدے میں گر پڑا اور سمجھ گیا کہ اللہ عزوجل کی طرف سے قبولیت توبہ کی کوئی خبر آ گئی۔ بات بھی یہی تھی۔ صبح کی نماز کے بعد رسول کریم ﷺ نے یہ خبر صحابہؓ سے بیان فرمائی تھی اور یہ سنتے ہی وہ پیدل اور سوار ہم تینوں کی طرف دوڑ پڑے تھے کہ ہمیں خبر پہنچائیں۔ ایک صاحب تو اپنے گھوڑے پر سوار میری طرف خوشخبری لئے ہوئے آ رہے تھے لیکن اسلم کے ایک صاحب نے دوڑ کر پہاڑ پر چڑھ کر باآواز بلند میرا نام لے کر مجھے خوشخبری پہنچائی سوار سے پہلے ان کی آواز میرے کان میں آ گئی۔ جب یہ صاحب میرے پاس پہنچے تو میں نے اپنے پہنے

ہوئے دونوں کپڑے انہیں بطور انعام دیئے- واللہ اس دن میرے پاس اور کچھ بھی نہ تھا- دو کپڑے اور ادھار لے کر میں نے پہنے- اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے گھر سے نکلا- راستے میں جوق در جوق لوگ مجھ سے ملنے لگے اور مجھے میری توبہ کی بشارت اور مبارکباد دینے لگے- کہ کعب اللہ تعالیٰ کا تمہاری توبہ کو قبول فرمالینا تمہیں مبارک ہو- میں جب مسجد میں پہنچا تو رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے اور دیگر صحابہ بھی حاضر حضور تھے- مجھے دیکھتے ہی حضرت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور دوڑتے ہوئے آگے بڑھ کر مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھے مبارکباد دی-

مہاجرین میں سے سوائے آپ کے اور کوئی صاحب کھڑے نہیں ہوئے- حضرت کعبؓ حضرت طلحہؓ کی اس محبت کو ہمیشہ ہی اپنے دل میں لئے رہے- جب میں نے جا کر رسول اللہ ﷺ سے سلام کیا' اس وقت آپ کے چہرہ مبارک کی رگیں خوشی سے چمک رہی تھیں- آپ نے فرمایا' کعب تم پر تمہاری پیدائش سے لے کر آج تک آج جیسا خوشی کا دن کوئی نہیں گزرا- میں نے کہا یا رسول اللہ یہ خوشخبری آپ کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ عزوجل کی جانب سے؟ آپؐ نے فرمایا' نہیں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے' حضور ﷺ کو جب کوئی خوشی ہوتی تو آپ کا چہرہ مثل چاند کے ٹکڑے کے چمکنے لگ جاتا تھا اور ہر شخص چہرہ مبارک کو دیکھتے ہی پہچان لیا کرتا تھا- میں نے آپؐ کے پاس بیٹھ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ میں نے نذر مانی ہے کہ اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول فرمالے تو میرا سب مال اللہ کے نام صدقہ ہے- اس کے رسولؐ کے سپرد ہے- آپ نے فرمایا تھوڑا بہت مال اپنے پاس رکھ لو- یہی تمہارے لئے بہتر ہے- میں نے کہا اچھا جو حصہ میرا خیبر میں ہے' وہ تو میرا رہا باقی للہ خیرات ہے- یا رسول اللہؐ میری نجات کا ذریعہ میرا سچ بولنا ہے- میں نے یہ بھی نذر مانی ہے کہ باقی زندگی بھی سوائے سچ کے کوئی کلمہ زبان سے نہیں نکالوں گا- میرا ایمان ہے کہ سچ کی وجہ سے جو نعمت اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی' وہ کسی مسلمان کو نہیں ملی- اس وقت سے لے کر آج تک بحمد للہ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا- اور جو عمر باقی ہے' اس میں بھی اللہ تعالیٰ سے مجھے یہی امید ہے-

اللہ رب العزت نے لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ سے کئی آیتیں تک ہماری توبہ کے بارے نازل فرمائیں- اسلام کی نعمت کے بعد مجھ پر اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت یہ بھی ہے کہ میں نے اس دن رسول اللہ ﷺ کے سامنے کوئی جھوٹ بات نہ کہی جیسے کہ اوروں نے جھوٹی باتیں بنائیں ورنہ میں بھی ان کی طرح ہلاک ہو جاتا- ان جھوٹے لوگوں کو کلام اللہ شریف میں بہت ہی برا کہا گیا- فرمایا سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ الخ' یعنی تمہارے واپس آنے کے بعد یہ لوگ قسمیں کھا کھا کر چاہتے ہیں کہ تم ان سے چشم پوشی کر لو- اچھا تم چشم پوشی کر لو لیکن یاد رہے کہ اللہ کے نزدیک یہ لوگ گندے اور پلید ہیں- ان کا ٹھکانا جہنم ہے جو ان کے عمل کا بدلہ ہوگا- یہ تمہیں رضامند کرنے کے لئے حلف اٹھا رہے ہیں- تم گو ان سے راضی ہو جاؤ لیکن ایسے فاسق لوگوں سے اللہ خوش نہیں- تم تینوں کا امر ان لوگوں کے امر سے پیچھے ڈال دیا گیا تھا- ان کے عذر تو رسول اللہ ﷺ نے قبول فرمائے تھے- ان سے دوبارہ بیعت کر لی تھی اور ان کے لئے استغفار بھی کیا تھا- اور ہمارا معاملہ تاخیر میں پڑ گیا تھا جس کا فیصلہ خود اللہ تعالیٰ نے فرما دیا- اسی لئے آیت کے الفاظ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ہیں- پس اس پیچھے چھوڑ دیئے جانے سے مراد غزوے سے رک جانا نہیں بلکہ ان لوگوں کے جھوٹے عذر کے قبول کئے جانے سے ہمارا معاملہ موخر کر دینا ہے- یہ حدیث بالکل صحیح ہے-

بخاری و مسلم دونوں میں ہے- الحمد للہ اس حدیث میں اس آیت کی پوری اور صحیح تفسیر موجود ہے- یہ تینوں بزرگ انصاری تھے رضی اللہ عنہم اجمعین- ایک روایت میں مرارہ بن ربیعہ کے بدلے ربیع بن مرارہ آیا ہے- ایک میں ربیع بن مرار یا مرار بن ربیع ہے- لیکن صحیح وہی ہے جو صحیحین میں ہے یعنی مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہ- ہاں زہری کی اوپر والی روایت میں جو یہ لفظ ہیں کہ وہ دونوں بدری صحابی تھے جو

حضرت کعب کی طرح چھوڑ دیئے گئے تھے' یہ خطا ہے- ان تینوں بزرگوں میں سے ایک بھی بدری نہیں- واللہ اعلم- چونکہ آیت میں ذکر تھا کہ کس طرح ان بزرگوں نے صحیح اور سچا واقعہ کہہ دیا جس سے گو کچھ دنوں تک وہ رنج وغم میں رہے لیکن آخر سلامتی اور ابدی راحت ملی- اس کے بعد ہی فرماتا ہے کہ اے مومنو سچ بولا کرو اور سچائی کو لازم پکڑے رہو- سچوں میں ہو جاؤ تاکہ ہلاکت سے نجات پاؤ- غم رنج سے چھوٹ جاؤ- مسند احمد میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ لوگو سچائی کو لازم کر لو- سچ بھلائی کی رہبری کرتا ہے اور بھلائی جنت کی رہبری کرتی ہے- انسان برابر سچ بولنے اور سچ پر کاربند رہنے سے اللہ کے ہاں صدیق لکھ لیا جاتا ہے- جھوٹ سے بچو- جھوٹ بولتے رہنے سے اللہ کے ہاں کذاب لکھ لیا جاتا ہے-

یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے- حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ قصداً یا مذاقاً کسی حالت میں بھی جھوٹ انسان کے لائق نہیں- کیونکہ اللہ مالک الملک فرماتا ہے' ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھی بن جاؤ- پس کیا تم اس میں کسی کے لئے بھی رخصت پاتے ہو؟ بقول حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سچوں سے مراد آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے اصحابؓ ہیں- ابوبکر و عمر اور ان کے ساتھی- رضی اللہ عنہم اجمعین' حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' اگر سچوں کے ساتھی بننا چاہتے ہو تو دنیا میں بے رغبت رہو اور مسلمانوں کو نہ ستاؤ-

مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ نَفْسِهِ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ وَلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَطَئُونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿١٢٠﴾

مدینے والوں کو اور ان کے آس پاس کے بادیہ نشینوں کو یہ نہ چاہئے کہ جہاد میں رسول اللہؐ کے پیچھے رہ جائیں اور نہ یہ چاہئے کہ اپنی جانوں کو اس کی جان سے زیادہ چاہیں' یہ اس لئے کہ ان مجاہدین کو جو پیاس اور رنج اور تکلیف اور بھوک اللہ کی راہ میں پہنچی ہے اور جہاں کہیں ایسے مقام پر وہ چلتے ہیں جس سے کافروں کے دل کٹیں اور دشمنان دین سے جو کچھ یہ چھین لیتے ہیں' اس سب کے بدلے ان کے لئے نیک عمل لکھ لئے جاتے ہیں' اللہ تعالیٰ نیک کام کرنے والوں کے اجر ضائع نہیں کرتا ○

غزوۂ تبوک میں شامل نہ ہونے والوں کو تنبیہہ : ☆☆ (آیت : ۱۲۰) ان لوگوں کو جو غزوۂ تبوک میں حضورؐ کے ساتھ نہیں گئے تھے' اللہ تعالیٰ ڈانٹ رہا ہے کہ مدینے والوں کو اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو مجاہدین کے برابر ثواب والا نہیں سمجھنا چاہئے- وہ اس اجر و ثواب سے محروم رہ گئے جو ان مجاہدین فی سبیل اللہ کو ملا- مجاہدین کو ان کی پیاس پر' تکلیف پر' بھوک پر' ٹھہرنے اور چلنے پر' ظفر اور غلبے پر' غرض ہر ہر حرکت و سکون پر اللہ کی طرف سے اجر عظیم ملتا رہتا ہے- رب کی ذات اس سے پاک ہے کہ کسی نیکی کرنے والے کی محنت برباد کر دے-

وَلَا يُنْفِقُونَ نَفَقَةً صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً وَلَا يَقْطَعُونَ وَادِيًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٢١﴾

وہ جو کچھ کم زیادہ خرچ کرتے ہیں اور جس کسی میدان کو طے کرتے ہیں' وہ بھی ان کے لئے لکھ لیا جاتا ہے تاکہ ان کے اعمال کا بہتر سے بہتر بدلہ اللہ تعالیٰ انہیں عطا فرمائے ○

مجاہدین کے اعمال کا بہترین بدلہ قربت الٰہی : ☆☆ (آیت:۱۲۱) یہ مجاہد جو کچھ تھوڑا بہت خرچ کریں اور راہ اللہ میں جس زمین پر چلیں پھریں' وہ سب ان کے لئے لکھ لیا جاتا ہے۔ یہ نکتہ یاد رہے کہ اوپر کا کام ذکر کر کے اجر کے بیان میں لفظ ''بہ'' لائے تھے اور یہاں نہیں لائے اس لئے کہ وہ غیر اختیاری افعال تھے اور یہ خود ان سے صادر ہوتے ہیں۔ پس یہاں فرماتا ہے کہ انہیں ان کے اعمال کا بہترین بدلہ اللہ تعالیٰ دے گا۔ اس آیت کا بہت بڑا حصہ اور اس کا کامل اجر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سمیٹا ہے۔ غزوہ تبوک میں آپ نے دل کھول کر مال خرچ کیا۔ چنانچہ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے خطبے میں اس سختی کے لشکر کی امداد کا ذکر فرما کر اس کی رغبت دلائی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا' ایک سو اونٹ مع کجاوے پالان رسیوں وغیرہ کے میں دوں گا۔ آپؐ نے پھر اسی کو بیان فرمایا تو پھر سے حضرت عثمانؓ نے فرمایا' ایک سو اور بھی دوں گا۔ آپؐ ایک زینہ منبر کا اترے' پھر رغبت دلائی تو حضرت عثمانؓ نے پھر فرمایا' ایک سو اور بھی۔ آپؐ نے خوشی خوشی اپنا ہاتھ ہلاتے ہوئے فرمایا' بس عثمانؓ! آج کے بعد کوئی عمل نہ بھی کرے تو بھی یہی کافی ہے۔ اور روایت میں ہے کہ ایک ہزار دینار کی تھیلی لا کر حضرت عثمانؓ نے آپؐ کے پلے میں ڈال دی۔ آپؐ انہیں اپنے ہاتھ سے الٹ پلٹ کرتے جاتے تھے اور فرما رہے تھے' آج کے بعد یہ جو بھی عمل کریں' انہیں نقصان نہ دے گا۔ بار بار یہی فرماتے رہے۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں' جس قدر انسان اپنے وطن سے راہ الٰہی میں دور نکلتا ہے' اتنا ہی اللہ کے قرب میں بڑھتا ہے۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ﴿١٢٢﴾

مسلمانوں کو یہ تو نہ چاہیے کہ وہ سارے کے سارے ہی نکل کھڑے ہوں۔ ایسا کیوں نہیں کرتے کہ ہر جماعت میں سے کچھ لوگ جائیں کہ وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں اور جب واپس لوٹیں تو اپنی قوم کو آگاہ کرتے رہیں تاکہ وہ اپنا بچاؤ کر لیں ○

نبی اکرم ﷺ کو تنہا نہ چھوڑو : ☆☆ (آیت:۱۲۲) اس آیت میں اس بیان کی تفصیل ہے جو غزوہ تبوک میں حضورؐ کے ساتھ چلنے کے متعلق تھا۔ سلف کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ جب خود رسول اللہ ﷺ جہاد میں نکلیں تو آپ کا ساتھ دینا ہر مسلمان پر واجب ہے جیسے فرمایا اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا اور فرمایا ہے مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ یعنی ہلکے بھاری نکل کھڑے ہو جاؤ۔ مدینے اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو لائق نہیں کہ وہ رسول اللہ کے پیچھے رہ جائیں۔ پس یہ حکم اس آیت سے منسوخ ہو گیا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ قبیلوں کے نکلنے کا بیان ہے اور ہر قبیلے کی ایک جماعت کے نکلنے کا اگر وہ سب نہ جائیں۔ تاکہ آپؐ کے ساتھ جانے والے آپؐ پر اتری ہوئی وحی کو سمجھیں اور واپس آ کر اپنی قوم کو دشمن کے حالات سے باخبر کریں۔ پس انہیں دونوں باتیں اس کوچ میں حاصل ہو جائیں گی۔ اور آپؐ کے بعد قبیلوں میں سے جانے والی جماعت یا تو دینی سمجھ کے لئے ہو گی یا جہاد کے لئے۔ کیونکہ یہ فرض کفایہ ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے اس آیت کے یہ معنی بھی مروی ہیں کہ مسلمانوں کو نہ چاہیے کہ سب کے سب چلے جائیں اور اللہ کے نبی ﷺ کو تنہا چھوڑ دیں۔ ہر جماعت میں سے چند لوگ جائیں اور

آپؐ کی اجازت سے جائیں۔ جو باقی ہیں' وہ ان کے بعد جو قرآن اترے' جو احکام بیان ہوں' انہیں سیکھیں' سمجھیں۔ جب یہ آ جائیں تو انہیں سکھائیں پڑھائیں۔ اس وقت اور لوگ جائیں۔ یہ سلسلہ جاری رہنا چاہئے۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں' یہ آیت ان صحابیوںؓ کے بارے میں اتری ہے جو بادیہ نشینوں میں گئے۔ وہاں انہیں فوائد بھی پہنچے اور نفع کی چیزیں بھی ملیں۔ اور لوگوں کو انہوں نے ہدایات بھی کیں۔ لیکن بعض لوگوں نے انہیں طعنہ دیا کہ تم لوگ اپنے ساتھیوں کے پیچھے رہ جانے والے ہو۔ وہ میدان جہاد میں گئے اور تم آرام سے یہاں ہم میں ہو۔ ان کے بھی دل میں یہ بات بیٹھ گئی۔ وہاں سے واپس آنحضرت ﷺ کے پاس چلے آئے۔

پس یہ آیت اتری اور انہیں معذور سمجھا گیا۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ لشکروں کو بھیجیں تو کچھ لوگوں کو آپؐ کی خدمت میں ہی رہنا چاہئے کہ وہ دین سیکھیں اور کچھ لوگ جائیں۔ اپنی قوم کو دعوت حق دیں اور انہیں اگلے واقعات سے عبرت دلائیں۔ ضحاکؒ فرماتے ہیں' جب رسول اللہ ﷺ بنفس نفیس جہاد کے لئے نکلیں اس وقت سوائے معذوروں' اندھوں وغیرہ کے کسی کو حلال نہیں کہ آپؐ کے ساتھ نہ جائے اور جب آپ لشکروں کو روانہ فرمائیں تو کسی کو حلال نہیں کہ آپؐ کی اجازت بغیر جائے۔ یہ لوگ جو حضورؐ کے پاس رہتے تھے' اپنے ساتھیوں کو جب کہ وہ واپس لوٹتے' ان کے بعد کا اترا ہوا قرآن اور بیان شدہ احکام سنا دیتے۔ پس آپؐ کی موجودگی میں سب کو نہ جانا چاہئے۔ مروی ہے کہ یہ آیت جہاد کے بارے میں نہیں ہے بلکہ جب رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ مضر پر قحط سالی کی بددعا کی اور ان کے ہاں قحط پڑا تو ان کے پورے قبیلے کے قبیلے مدینے شریف میں چلے آئے۔ یہاں جھوٹ موٹ اسلام ظاہر کر کے صحابہؓ پر اپنا بار ڈال دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو متنبہ کیا کہ دراصل یہ مومن نہیں۔ آپ نے انہیں ان کی جماعتوں کی طرف واپس کیا اور ان کی قوم کو ایسا کرنے سے ڈرایا۔ کہتے ہیں کہ ہر قبیلے میں سے کچھ لوگ حضورؐ کی خدمت میں آتے۔ دین اسلام سیکھتے۔ واپس جا کر اپنی قوم کو اللہ اور رسول کی اطاعت کا حکم کرتے۔ نماز' زکوٰۃ کے مسائل سمجھاتے۔ ان سے صاف فرما دیتے کہ جو اسلام قبول کر لے گا' وہ ہمارا ہے ورنہ نہیں۔ یہاں تک کہ ماں باپ کو بھی چھوڑ دیتے۔ آنحضرت ﷺ انہیں مسئلے مسائل سے آگاہ کر دیتے۔ حکم احکام سکھا پڑھا دیتے۔ وہ اسلام کے مبلغ بن کر جاتے۔ ماننے والوں کو خوش خبریاں دیتے۔ نہ ماننے والوں کو ڈراتے۔ عکرمہؒ فرماتے ہیں جب آیت اِلَّا تَنۡفِرُوۡا الخ اور آیت مَا كَانَ لِاَهۡلِ الۡمَدِيۡنَةِ الخ اتریں تو منافقوں نے کہا' پھر تو بادیہ نشین لوگ ہلاک ہو گئے کہ وہ حضرتؐ کے ساتھ نہیں جاتے۔ بعض صحابہؓ بھی ان میں تعلیم و تبلیغ کیلئے گئے ہوئے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور آیت وَالَّذِيۡنَ يُحَآجُّوۡنَ فِى اللّٰهِ الخ بھی اتری۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ جو لوگ آپ کے ساتھ گئے ہیں' وہ مشرکوں پر غلبہ و نصرت دیکھ کر واپس آن کر اپنی قوم کو ڈرا دیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا قَاتِلُوا الَّذِيۡنَ يَلُوۡنَكُمۡ مِّنَ الۡكُفَّارِ وَلۡيَجِدُوۡا فِيۡكُمۡ غِلۡظَةً ؕ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الۡمُتَّقِيۡنَ ﴿۱۲۳﴾

اے ایمان والو! جو کفار تم سے قریب قریب رہتے ہیں' پہلے ان سے جہاد کرو اور چاہئے کہ وہ تم میں سختی پائیں' جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کا ساتھی ہے ○

اسلامی مرکز کا استحکام اولین اصول ہے: ☆☆ (آیت: ۱۲۳) اسلامی مرکز کے متصل جو کفار ہیں' پہلے تم مسلمانوں کو ان سے نمٹنا چاہئے۔ اسی حکم کے بموجب رسول اللہ ﷺ نے پہلے جزیرۃ العرب کو صاف کیا' یہاں غلبہ پا کر مکہ' مدینہ' طائف' یمن' یمامہ' ہجر' خیبر' حضر موت وغیرہ کل علاقہ فتح کر کے یہاں کے لوگوں کو اسلامی جھنڈے تلے کھڑا کر کے غزوہ روم کی تیاری کی۔ جو اول تو جزیرۃ العرب سے ملحق

تھا' دوسرے وہاں کے رہنے والے اہل کتاب تھے- تبوک تک پہنچ کر حالات کی ناسازگاری کی وجہ سے آگے کا عزم ترک کیا- یہ واقعہ ۹ھ کا ہے- دسویں سال حجتہ الوداع میں مشغول رہے- اور حج کے صرف اکاسی (۸۱) دن بعد آپؐ اللہ کو پیارے ہوئے- آپؐ کے بعد آپؐ کے وزیر' دوست اور خلیفہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آئے- اس وقت دین اسلام کی بنیادیں متزلزل ہو رہی تھیں کہ آپ نے انہیں مضبوط کر دیا- اور مسلمانوں کی ابتری کو برتری سے بدل دیا- دین سے بھاگنے والوں کو واپس اسلام میں لے آئے- مرتدوں سے دنیا خالی کی- ان سرکشوں نے جو زکوٰۃ روک لی تھی' ان سے وصول کی- جاہلوں پر حق واضح کیا- امانت رسولؐ ادا کی- اور ان ابتدائی ضروری کاموں سے فارغ ہوتے ہی اسلامی لشکروں کو سرزمین روم کی طرف دوڑا دیا کہ صلیب پرستوں کو ہدایت کریں- اور ایسے ہی جرار لشکر فارس کی طرف بھیجے کہ وہاں کے آتش کدے ٹھنڈے کریں- پس آپ کی سفارت کی برکت سے رب العالمین عالم نے ہر طرف فتح عطا فرمائی- کسریٰ اور قیصر خاک میں مل گئے- ان کے پرستار بھی غارت و برباد ہوئے ان کے خزانے راہ اللہ میں کام آئے- اور جو خبر اللہ کے رسول سلام اللہ علیہ دے گئے تھے' وہ پوری ہوئی- جو کسر رہ گئی تھی' وہ آپ کے وصی اور ولی شہید محراب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پوری ہوئی- کافروں اور منافقوں کی رگ ہمیشہ کے لئے کچل دی گئی- ان کے زور ڈھا دیئے گئے- اور مشرق و مغرب تک فاروقی سلطنت پھیل گئی- قریب و بعید سے بھرپور خزانے دربار فاروق میں آنے لگے- اور شرعی طور پر حکم الٰہی کے ماتحت مسلمانوں میں مجاہدین میں تقسیم ہونے لگے- اس پاک نفس پاک روح شہید کی شہادت کے بعد مہاجرین و انصار کے اجماع سے امر خلافت امیر المومنین شہید الدار حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوا- اس وقت اسلام اپنی اصلی شان سے ظہور پذیر تھا- اسلام کے لمبے اور زور آور ہاتھوں نے روئے زمین پر قبضہ جما لیا تھا- بندوں کی گردنیں اللہ کے سامنے خم ہو چکی تھیں- حجت اللہ ظاہر تھی کلمہ اللہ غالب تھا- شان عثمانؓ اپنا کام کرتی جاتی تھی- آج اس کو حلقہ بگوش کیا تو کل اس کو- یکے بعد دیگرے ممالک مسلمانوں کے ہاتھوں زیر نگیں خلافت ہوئے- یہی تھا اس آیت کے پہلے جملے پر عمل کہ نزدیک کے کافروں سے جہاد کرو-

پھر فرماتا ہے کہ لڑائی میں انہیں تمہارا زور بازو معلوم ہو جائے- کامل مومن وہ ہے جو اپنے مومن بھائی سے تو نرمی برتے لیکن اپنے دشمن کافر پر سخت ہو- جیسے فرمان ہے فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ الخ یعنی اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو لائے گا جو اس کے محبوب ہوں اور وہ بھی اس سے محبت رکھتے ہوں- مومنوں کے سامنے تو نرم ہوں اور کافروں پر ذی عزت ہوں- اسی طرح اور آیت میں ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھ والے آپس میں نرم دل ہیں- کافروں پر سخت ہیں ارشاد ہے يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ یعنی اے نبیؐ کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو- حدیث میں ہے کہ میں ضحوك ہوں یعنی اپنوں میں نرمی کرنے والا اور قتال ہوں یعنی دشمنان اللہ سے جہاد کرنے والا-

پھر فرماتا ہے کہ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں کے ساتھ ہے- یعنی کافروں سے لڑو' بھروسہ اللہ پر رکھو اور یقین مانو کہ جب تم اس سے ڈرتے رہو گے' اس کی فرماں برداری کرتے رہو گے تو اس کی مدد و نصرت بھی تمہارے ساتھ رہے گی- دیکھ لو خیر کے تینوں زمانوں تک مسلمانوں کی یہی حالت رہی- دشمن تباہ حال اور مغلوب رہے- لیکن جب ان میں تقویٰ اور طاعت کم ہو گئی' فتنے فساد پڑ گئے' اختلاف اور خواہش پسندی شروع ہو گئی تو وہ بات نہ رہی' دشمنوں کی للچائی ہوئی نظریں ان کی طرف اٹھیں- وہ اپنی اپنی کمین گاہوں سے نکل کھڑے ہوئے' ادھر کا رخ کیا لیکن پھر بھی مسلمان سلاطین آپس میں الجھے رہے- وہ ادھر ادھر سے نوالے لینے لگے- آخر دشمن اور بڑھے' سلطنتیں کچلنی شروع

کیں۔ ملک فتح کرنے شروع کیے۔ آہ! اکثر حصہ اسلامی مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا یہی حکم اس سے پہلے تھا اور اس کے بعد بھی ہے۔ تاہم جو بادشاہ جس قدر اللہ ترس ہوا' اسی قدر اللہ کی مدد نے اس کا ساتھ دیا۔ اب بھی اللہ سے امید ہے اور دعا ہے کہ وہ پھر سے مسلمانوں کو غلبہ دے اور کافروں کی چوٹیاں ان کے ہاتھ میں دے دے۔ دنیا جہاں میں ان کا بول بالا ہو۔ اور پھر سے مشرق سے لے کر مغرب تک پرچم اسلام لہرانے لگے۔ وہ اللہ کریم وجواد ہے۔

وَإِذَا مَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُم مَّن يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَٰذِهِ إِيمَانًا ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فَزَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿١٢٤﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا إِلَىٰ رِجْسِهِمْ وَمَاتُوا وَهُمْ كَافِرُونَ ﴿١٢٥﴾

جب کبھی کوئی سورت اتاری گئی تو بعض منافق کہتے ہیں کہ تم میں سے کسے اس نے ایمان میں بڑھادیا؟ بات یہ ہے کہ ایمانداروں کو تو وہ ایمان میں بڑھادیتی ہے اور وہ شاداں وفرحاں ہوجاتے ہیں ○ ہاں جن کے دلوں میں بیماری ہے' ان کی تو گندگی پر بندگی بڑھادیتی ہے۔ وہ تو مرتے دم تک کافر ہی رہتے ہیں ○

فرمان الٰہی میں شک وشبہ کفر کا مرض ہے: ☆☆ (آیت: ۱۲۴-۱۲۵) قرآن کی کوئی سورت اتری اور منافقوں نے آپس میں کانا پھوسی شروع کی کہ بتاؤ اس سورت نے کس کا ایمان زیادہ کردیا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایمانداروں کے ایمان تو اللہ کی آیتیں بڑھادیتی ہیں۔ یہ آیت بہت بڑی دلیل ہے اس پر کہ ایمان گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔ اکثر ائمہ اور علما کا یہی مذہب ہے' سلف کا بھی اور خلف کا بھی۔ بلکہ بہت سے بزرگوں نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ ہم اس مسئلے کو خوب تفصیل سے شرح بخاری کے شروع میں بیان کرآئے ہیں۔ ہاں جن کے دل پہلے ہی سے شک وشبہ کی بیماری میں ہیں' ان کی خرابی اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ قرآن مومنوں کے لئے شفاء اور رحمت ہے لیکن کافر تو اس سے اور بھی اپنا نقصان کرلیا کرتے ہیں۔ یہ ایمانداروں کے لئے ہدایت وشفا ہے اور بے ایمانوں کے تو کانوں میں بوجھ ہے۔ ان کی آنکھوں پر اندھاپا ہے۔ وہ تو بہت ہی فاصلے سے پکارے جارہے ہیں۔ یہ بھی کتنی بڑی بدبختی ہے کہ دلوں کی ہدایت کی چیز بھی ان کی ضلالت وہلاکت کا باعث بنتی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے عمدہ غذا بھی بدمزاج کو موافق نہیں آتی۔

أَوَلَا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴿١٢٦﴾ وَإِذَا مَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ هَلْ يَرَاكُم مِّنْ أَحَدٍ ثُمَّ انصَرَفُوا ۚ صَرَفَ اللَّهُ قُلُوبَهُم بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُونَ ﴿١٢٧﴾ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢٨﴾

کیا وہ لوگ یہ نہیں دیکھتے کہ ہر سال دو ایک مرتبہ وہ بلاؤں میں ڈالے جاتے ہیں لیکن باوجود اس کے نہ توبہ کرتے ہیں اور نہ نصیحت وعبرت حاصل کرتے ہیں ○ جہاں کوئی سی سورت نازل کی گئی اور ایک نے دوسرے کی طرف دیکھا' کہ کیا تمہیں کوئی دیکھ رہا ہے' پھر چپکے سے سرک گئے' اللہ تعالیٰ نے ان کے دل بھی پھیر دیئے ہیں اس لئے کہ یہ لوگ سمجھ بوجھ سے بالکل ہی خالی ہیں ○ لوگو تمہارے پاس تم میں سے ہی اللہ کے رسول آ گئے ہیں جن پر تمہاری تکلیف بہت ہی دشوار گزرتی ہے جو تمہاری بھلائی کے خواہاں ہیں۔ جو مسلمانوں پر بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں ○

عذاب سے دوچار ہونے کے بعد بھی منافق باز نہیں آتا: ☆☆ (آیت:۱۲۶-۱۲۷) یہ منافق اتنا بھی نہیں سوچتے کہ ہر سال دو ایک دفعہ ضرور وہ کسی نہ کسی عذاب میں مبتلا کئے جاتے ہیں۔ لیکن پھر بھی نہ انہیں اپنے گذشتہ گناہوں سے توبہ نصیب ہوتی ہے نہ آئندہ کے لئے عبرت ہوتی ہے۔ کبھی قحط سالی ہے' کبھی جنگ ہے' کبھی جھوٹی گپیں ہیں جن سے لوگ بے چین ہو رہے ہیں۔ فرمان رسولؐ ہے' کاموں میں سختی بڑھ رہی ہے۔ بخیلی عام ہو رہی ہے۔ ہر سال اپنے سے پہلے کے سال سے بدآ رہا ہے۔ جب کوئی سورت اترتی ہے' ایک دوسرے کی طرف دیکھتا ہے کہ کوئی دیکھ تو نہیں رہا؟ پھر حق سے پلٹ جاتے ہیں۔ نہ حق کو سمجھیں نہ مانیں۔ وعظ سے منہ پھیر لیں اور ایسے بھاگیں جیسے گدھا شیر سے۔ حق کو سنا اور دائیں بائیں کھسک گئے۔ ان کی اس بے ایمانی کا بدلہ یہی ہے کہ اللہ نے ان کے دل بھی حق سے گھما دیئے۔ ان کی کجی نے ان کے دل بھی ٹیڑھے کر دیئے۔ یہ بدلہ ہے اللہ کے خطاب کو بے پرواہی کر کے نہ سمجھنے کا' اس سے بھاگنے اور منہ موڑ لینے کا۔

رسول اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہیں: ☆☆ (آیت:۱۲۸-۱۲۹) مسلمانوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنا احسان عظیم یاد دلا رہا ہے کہ اس نے اپنے فضل وکرم سے خود انہی میں سے ان کی ہی زبان میں اپنا رسول بھیجا۔ حضرت خلیل اللہ نے یہی دعا کی تھی۔ اسی کا بیان آیت لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ الخ میں ہے۔ یہی حضرت جعفر بن ابو طالبؓ نے دربار نجاشی میں اور یہی حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے دربار کسریٰ میں بیان فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم میں ہمیں میں سے ایک رسول بھیجا۔ جس کا نسب ہمیں معلوم' جس کی عادت سے ہم واقف' جس کے آنے جانے کی ہمیں خبر' جس کی صداقت وامانت کے ہم خود شاہد ہیں۔ جاہلیت کی برائیوں میں سے کوئی برائی اللہ نے آپ کی ذات میں پیدا نہیں ہونے میں صحیح النسب ہوں۔ پھر اتنے نرم دل کہ امت کی تکلیفوں سے خود کانپ اٹھیں۔ آسان' نرم اور سادگی والا دین لے کر آئے ہیں۔ جو بہت آسان ہے۔ سہل ہے۔ کامل ہے اور اعلیٰ اور عمدہ ہے۔ وہ تمہاری ہدایت کے متمنی ہیں۔ وہ دنیوی اخروی نفع تمہیں پہنچانا چاہتے ہیں۔ حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں۔ ہمیں اللہ کے رسول ﷺ نے اس حال میں چھوڑا کہ جو پرندا اڑ کر نکلتا' اس کا علم بھی آپ ہمیں کر دیتے۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں' جنت سے قریب کرنے والی اور جہنم سے دور کرنے والی تمام چیزیں میں تم سے بیان کر چکا ہوں۔ آپ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر جو کچھ حرام کیا ہے' وہ عنقریب تم پر ظاہر کر دینے والا ہے اور اس کی باز پرس قطعاً ہونے والی ہے۔ جس طرح پتنگے اور پروانے آگ پر گرتے ہیں' اس طرح تم بھی گر رہے ہو اور میں تمہاری کولیاں بھر بھر کر تمہیں اس سے روک رہا ہوں۔ حضورؐ سوئے ہوئے ہیں جو دو فرشتے آتے ہیں۔ ایک پاؤں کی طرف بیٹھتا ہے۔ ایک سرہانے۔ پھر پاؤں والا سرہانے والے سے کہتا ہے اس کی اور اس کی امت کی مثال بیان کرو۔ اس نے فرمایا' یہ مثال سمجھو کہ ایک قوم سفر میں ہے' ایک چٹیل میدان میں پہنچتی ہے جہاں ان کا سامان خوراک ختم ہو جاتا ہے۔ اب نہ تو آگے بڑھنے کی قوت' نہ پیچھے ہٹنے کی سکت۔ ایسے وقت ایک بھلا آدمی اچھے لباس والا ان کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں تمہیں اس بیابان سے چھٹکارا دلا کر ایسی جگہ پہنچا سکتا ہوں جہاں تمہیں نتھرے ہوئے پانی کے لبالب حوض اور میووں کے لدے ہوئے درخت اور ہری بھری لہلہاتی کھیتیاں ملیں بشرطیکہ تم میرے پیچھے ہو لو۔ انہوں نے اس کی بات کو مان لیا اور وہ انہیں ایسی ہی جگہ لے گیا۔ وہاں انہوں نے کھایا پیا اور خوب پھلے پھولے۔ اب اس نے کہا' دیکھو میں نے تمہیں اس بھوک پیاس سے نجات دلائی اور یہاں امن چین میں لایا۔ اب

ایک اور بات تم سے کہتا ہوں' وہ بھی مانو- اس سے آگے اس سے بھی بہتر جگہ ہے- وہاں کے حوض' وہاں کے میوے' وہاں کے کھیت اس سے بہت ہی اعلیٰ ہیں- ایک جماعت نے تو اسے سچا مانا اور ہاں کر لی- لیکن دوسرے گروہ نے اسی پر بس کر لیا اور اسکی تابعداری سے ہٹ گئے- (مسند احمد) اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ پر درود وسلام بھیجے- آؤ ایک واقعہ آپؐ کی کمال شفقت کا سنو! ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور خون بہا ادا کرنے کے لئے آپؐ سے امداد طلب کی- آپؐ نے اسے بہت کچھ دیا- پھر پوچھا- کیوں صاحب میں نے تم سے سلوک کیا؟ اس نے کہا کچھ بھی نہیں- اس سے کیا ہوگا؟ - صحابہؓ بہت بگڑے- قریب تھا کہ اسے لپٹ جائیں کہ اتنا لینے پر بھی یہ ناشکری کرتا ہے؟ اور حضورؐ کے سوال کا ایسا غلط اور گستاخانہ جواب دیتا ہے- لیکن آپؐ نے انہیں روک دیا- گھر پر تشریف لے گئے- وہیں اسے بلوا لیا- سارا واقعہ کہہ سنایا- پھر اسے اور بھی بہت کچھ دیا- پھر پوچھا کہو اب تو خوش ہو؟ اس نے کہا ہاں اب دل سے راضی ہوں- اللہ تعالیٰ آپ کو آپؐ کے اہل وعیال میں ہم سب کی طرف سے نیک بدلہ دے- آپؐ نے فرمایا' سنو تم آئے' تم نے مجھ سے مانگا' میں نے دیا' پھر میں نے تم سے پوچھا کہ خوش ہو؟ تو تم نے الٹا پلٹا جواب دیا جس سے میرے صحابی تم سے نالاں ہیں' اب میں نے پھر دے دلا کر تمہیں راضی کر لیا ہے- اب تم ان کے سامنے بھی اسی طرح اپنی رضامندی ظاہر کرنا جیسے اب تم نے میرے سامنے کی ہے تا کہ ان کا رنج بھی دور ہو جائے- اس نے کہا بہت اچھا-

چنانچہ جب وہ صحابہؓ کے مجمع میں آپؐ کے پاس آیا' آپؐ نے فرمایا' دیکھو یہ شخص آیا تھا' اس نے مجھ سے مانگا تھا' میں نے اسے دیا تھا' پھر اس سے پوچھا تھا تو اس نے ایسا جواب دیا تھا جو تمہیں ناگوار گزرا- میں نے اسے پھر اپنے گھر بلوایا اور زیادہ دیا- تو یہ خوش ہو گیا- کیوں بھئی اعرابی یہی بات ہے؟ اس نے کہا ہاں یا رسول اللہ' اللہ تعالیٰ آپؐ کو ہمارے اہل وعیال اور قبیلے کی طرف سے بہترین بدلہ عنایت فرمائے- آپؐ نے مجھ سے بہت اچھا سلوک کیا- جزاك الله' اس وقت آپؐ نے فرمایا' میری اور اس اعرابی کی مثال سنو جیسے وہ شخص جس کی اونٹنی بھاگ گئی' لوگ اس کے پکڑنے کو دوڑے' وہ ان سے بدک کر اور بھاگنے لگی- آخر اونٹنی والے نے کہا' لوگو تم ایک طرف ہٹ جاؤ- مجھے اور میری اونٹنی کو چھوڑ دو- اس کی خو خصلت سے میں واقف ہوں اور یہ میری ہی ہے- چنانچہ اس نے نرمی سے اسے بلانا شروع کیا- زمین سے گھاس پھونس توڑ کر اپنی مٹھی میں لے کر اسے دکھایا اور اپنی طرف بلایا- وہ آ گئی- اس نے اس کی نکیل تھام لی اور پالان وکجاوہ ڈال دیا سنو اس کے پہلی دفعہ کے بگڑنے پر اگر میں بھی تمہارا ساتھ دیتا تو یہ جہنمی بن جاتا- ابراہیم بن حکم بن ابان کے ضعف کی وجہ سے اس کی سند ضعیف ہے- جیسے فرمان ہے کہ اے نبی مومنوں کے سامنے اپنا بازو پست رکھو- لوگ میری نافرمانی کریں تو کہہ دو کہ میں تمہارے اعمال سے بری ہوں- تو ہمیشہ اپنا بھروسہ اللہ عزیز ورحیم پر رکھ-

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۲۹﴾

تو اس پر بھی اگر یہ پھر جائیں تو اعلان کر دے کہ مجھے اللہ کافی ہے- اس کے سوا کوئی معبود نہیں' میرا بھروسہ اسی پر ہے اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے ○

منحرفین شریعت سے آپ بے نیاز ہو جائیں: ☆☆ (آیت:۱۲۹) یہاں بھی فرماتا ہے' اگر یہ لوگ تیری شریعت سے منہ پھیر لیں تو تو کہہ دے کہ مجھے اللہ کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں' میرا توکل اسی کی پاک ذات پر ہے-' جیسے فرمان ہے' مشرق ومغرب کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے- اس کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں- تو اسی کو اپنا کارساز ٹھہرا- وہ رب عرش عظیم ہے- یعنی ہر چیز کا مالک وخالق وہی ہے-

عرش عظیم تمام مخلوقات کی چھت ہے۔ آسمان وزمین اور کل کائنات بقدرت رب عرش تلے ہے۔ اس اللہ کا علم ہر چیز پر شامل ہے اور ہر چیز کو اپنے احاطے میں کئے ہوئے ہے۔ اس کی قدرت ہر چیز پر حاوی ہے۔ وہ ہر ایک کا کارساز ہے۔ حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں' سب سے آخری آیت قرآن کریم کی یہی ہے مروی ہے۔ کہ جب خلافت صدیقی میں قرآن کو جمع کیا تو کاتبوں کو حضرت ابی بن کعبؓ لکھواتے تھے۔ جب اس سے پہلے کی آیت لا یفقھون تک پہنچے تو کہنے لگے کہ یہی آخری آیت ہے۔ آپ نے فرمایا' نہیں' اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مجھے دو آیتیں اور پڑھوائی ہیں۔ پھر آپ نے ان دونوں آیتوں کی تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ قرآن کی آخری آیتیں یہ ہیں۔ پس ختم بھی اسی پر ہوا جس پر شروع ہوا تھا یعنی لا الہ الا اللہ پر۔ یہی وحی تمام نبیوں پر آتی رہی ہے کہ میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ تم سب میری ہی عبادت کرو۔ یہ روایت بھی غریب ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ حضرت حارث بن خزیمہ رضی اللہ عنہ ان دونوں آیتوں کو لے کر آئے۔ حضرت عمر بن خطابؓ نے ان سے گواہ طلب کیا' انہوں نے کہا گواہ کی تو مجھے خبر نہیں۔ ہاں سورہ برات کی یہ دو آخری آیتیں مجھے خود رسول ﷺ نے پڑھائی ہیں۔ اور مجھے خوب اچھی طرح حفظ ہیں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے گواہی دی کہ میں نے بھی انہیں رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ یہ گواہی سن کر آپؓ نے فرمایا' اگر ان کے ساتھ تیسری آیت بھی ہوتی تو میں اسے علیحدہ سورت بنالیتا۔ تم انہیں قرآن کی کسی سورت کے ساتھ لکھ لو۔ چنانچہ سورہ براۃ کے آخر میں یہ لکھ لی گئیں۔ پہلے یہ بات بھی بیان ہو چکی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہی قرآن کے جمع کرنے کا مشورہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیا تھا اور بحکم خلیفہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اسے جمع کرنا شروع کیا تھا۔ اس جماعت میں حضرت عمرؓ بھی آمد و رفت رکھتے تھے۔ صحیح حدیث میں ہے حضرت زیدؓ فرماتے ہیں' سورہ برات کا آخری حصہ میں نے خزیمہ بن ثابت یا ابو خزیمہ کے پاس پایا۔ یہ بھی ہم لکھ آئے ہیں کہ ایک جماعت صحابہ نے اس کا مذاکرہ رسول اللہ ﷺ کے روبرو کیا جیسے کہ حضرت خزیمہ بن ثابت نے کہا تھا جب کہ ان کے سامنے اس کی ابتدائی بات کہی تھی۔ واللہ اعلم۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص صبح شام حسبی اللہ لا الہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم کو سات سات مرتبہ پڑھ لے اللہ تعالیٰ اسے اس کی تمام پریشانیوں سے نجات دے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ خواہ صداقت سے پڑھا ہو یا نہ پڑھا ہو لیکن یہ زیادتی غریب ہے۔ ایک مرفوع روایت بھی اسی قسم کی ہے لیکن وہ بہت منکر ہے۔ واللہ اعلم۔ الحمد للہ سورہ برات کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۃ یونس

(تفسیر سورۂ یونس) سورہ بقرہ کے شروع میں حروف مقطعات کی بحث گذر چکی ہے۔ ابن عباسؓ سے اس کے معنی میں مروی ہے کہ میں ہوں اللہ دیکھنے والا نگہبان۔ ضحاک وغیرہ یہی کہتے ہیں۔ یہ آیتیں مضبوط اور روشن قرآن کی ہیں۔ مجاہدؒ کہتے ہیں' حسن رحمہ اللہ کہتے ہیں تورات اور زبور۔ قتادہؒ کہتے ہیں قرآن سے پہلے کی کتابیں۔ لیکن مجھے تو نہ اس قول کی کوئی توجیہ معلوم ہوتی ہے نہ مطلب۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ﴿۱﴾ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ

لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲﴾

اللہ تعالیٰ رحمٰن ورحیم کے نام سے

یہ آیتیں ہیں حکمتوں بھری کتاب کی ○ کیا لوگوں کو یہ بات انوکھی معلوم ہوئی کہ ہم نے ان میں سے ایک انسان کی طرف اپنی وحی بھیجی کہ تو لوگوں کو آگاہ کر دے اور ایمانداروں کو خوشخبری سنا دے کہ ان کا سچا اور مضبوط پایہ ہے۔ ان کے پالنے والے کے ہاں' لیکن کافر کہنے لگے کہ ہو نہ ہو یہ تو صریح جادوگر ہے ○

عقل زدہ کافر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : ☆☆ (آیت:۱-۲) کافروں کو اس پر بڑا تعجب ہوتا تھا کہ ایک انسان اللہ کا رسول بن جائے۔ کہتے تھے کہ کیا بشر ہمارا ہادی ہوگا؟ حضرت ہودؑ اور حضرت صالحؑ نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ کیا تمہیں یہ کوئی انوکھی بات لگتی ہے کہ تم میں سے ہی ایک شخص پر تمہارے رب کی وحی نازل ہوئی۔ کفار قریش نے بھی کہا تھا کہ کیا اس نے اتنے سارے معبودوں کی بجائے ایک ہی اللہ مقرر کر دیا؟ یہ تو بڑے ہی تعجب کی بات ہے۔ حضورؐ کی رسالت سے بھی انہوں نے صاف انکار کر دیا اور انکار کی وجہ یہی پیش کی کہ محمدؐ جیسے ایک انسان پر اللہ کی وحی کا آنا ہم نہیں مان سکتے۔ اس کا ذکر اس آیت میں ہے۔ سچے پائے سے مراد سعادت اور نیکی کا ذکر ہے۔ بھلائیوں کا اجر ہے۔ ان کے نیک کام ہیں۔ مثلاً نماز' روزہ' صدقہ' تسبیح۔ اور ان کے لئے حضور ﷺ کی شفاعت۔ الغرض ان کی سچائی کا ثبوت اللہ کو پہنچ چکا ہے۔ ان کے نیک اعمال وہاں جمع ہیں۔ یہ سابق لوگ ہیں۔ عرب کے شعروں میں بھی قدم کا لفظ ان معنوں میں بولا گیا ہے۔ جو رسول ان میں ہے' وہ بشیر بھی ہے' نذیر بھی ہے لیکن کافروں نے اسے جادوگر کہہ کر اپنے جھوٹ پر مہر لگا دی۔

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳﴾

تم سب کا پروردگار وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو صرف چھ دن میں پیدا کر دیا ہے۔ پھر عرش پر قائم ہوا ہے' ہر امر کا وہی انتظام کر رہا ہے' کوئی کسی کا سفارشی بن نہیں سکتا مگر اس کی اجازت کے بعد' یہی اللہ تم سب کا پالنہار ہے۔ پس تم اسی کی عبادت کرو' کیا پھر بھی تم نصیحت حاصل نہیں کرتے ○

تخلیق کائنات کی قرآنی روداد : ☆☆ (آیت:۳) تمام عالم کا رب وہی ہے۔ آسمان و زمین کو اس نے صرف چھ دن میں پیدا کیا ہے۔ یا تو ایسے ہی معمولی دن۔ یا ہر دن یہاں کی گنتی سے ایک ہزار دن کے برابر کا۔ پھر عرش پر وہ مستوی ہو گیا۔ جو سب سے بڑی مخلوق ہے اور ساری مخلوق کی چھت ہے۔ جو سرخ یاقوت کا ہے۔ جو نور سے پیدا شدہ ہے۔ یہ قول غریب ہے۔ وہی تمام مخلوق کا انتظام کرتا ہے۔ اس سے کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں۔ اسے کوئی کام مشغول نہیں کر لیتا۔ وہ سوالات سے اکتا نہیں سکتا۔ مانگنے والوں کی پکار اسے حیران نہیں کر سکتی۔ ہر چھوٹے بڑے کا' ہر کھلے چھپے کا' ہر ظاہر باہر کا' پہاڑوں میں' سمندروں میں' آبادیوں میں' ویرانوں میں' وہی بندوبست کر رہا ہے۔ ہر جاندار کا روزی رساں وہی ہے۔ ہر پتے کے جھڑنے کا اسے علم ہے۔ زمین کے اندھیروں کے دانوں کی اس کو خبر ہے۔ ہر تر و خشک چیز کھلی کتاب میں موجود ہے۔

کہتے ہیں کہ اس آیت کے نزول کے وقت لشکر کا لشکر مثل عربوں کے جاتا دیکھا گیا۔ ان سے پوچھا گیا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا، ہم جنات ہیں۔ ہمیں مدینے سے ان آیتوں نے نکالا ہے۔ کوئی نہیں جو اس کی اجازت بغیر سفارش کر سکے۔ آسمان کے فرشتے بھی اس کی اجازت کے بغیر زبان نہیں کھولتے۔ اسی کو شفاعت نفع دیتی ہے جس کے لئے اجازت ہو۔ یہی اللہ تم سب مخلوق کا پالنہار ہے۔ تم اسی کی عبادت میں لگے رہو۔ اسے واحد اور لاشریک مانو۔ مشرکو اتنی موٹی بات بھی تم نہیں سمجھ سکتے۔؟ جو اس کے ساتھ دوسروں کو پوجتے ہو حالانکہ جانتے ہو کہ خالق و مالک وہی اکیلا ہے۔ اس کے وہ خود قائل تھے۔ زمین و آسمان اور عرش عظیم کا رب اسی کو مانتے تھے۔

إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا ۖ وَعْدَ اللَّهِ حَقًّا ۚ إِنَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ بِالْقِسْطِ ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿٤﴾ هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا وَقَدَّرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ ۚ مَا خَلَقَ اللَّهُ ذَٰلِكَ إِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿٥﴾ إِنَّ فِي اخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَّقُونَ ﴿٦﴾

تم سب کا لوٹنا اسی کی طرف ہے، اللہ کا یہ سچا وعدہ ہے، وہی اول بار پیدائش کرتا ہے۔ پھر دوبارہ اسے لوٹائے گا کہ ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو انصاف کے ساتھ بدلہ عطا فرمائے اور جو لوگ کافر ہو گئے ہیں، ان کے لئے سخت گرم پانی کا پینا ہے اور دکھ دینے والی مار ہے جو ان کے کفر کا بدلہ ہوگی ○ اسی نے سورج کو روشن کیا ہے۔ اسی نے چاند کو نورانی کیا ہے۔ اسی نے منزلیں مقرر کر دی ہیں کہ تمہیں برسوں کی گنتی اور حساب معلوم ہو جایا کرے، اللہ نے انہیں حق سے ہی پیدا کیا ہے، وہ اپنی آیتیں جاننے والوں کے لئے تفصیل وار بیان فرما دیتا ہے ○ دن رات کے ہیر پھیر میں اور آسمان و زمین کی مخلوقات رب میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو پرہیزگار ہیں ○

قیامت کا عمل اسی تخلیق کا اعادہ ہے: ☆☆ (آیت:۴) قیامت کے دن ایک بھی نہ بچے گا۔ سب اپنے اللہ کے پاس حاضر کئے جائیں گے جیسے اس نے شروع میں پیدا کیا تھا۔ ایسے ہی دوبارہ اعادہ کرے گا اور یہ اس پر بہت ہی آسان ہوگا۔ اس کے وعدے اٹل ہیں۔ عدل کے ساتھ وہ اپنے نیک بندوں کو اجر دے گا اور پورا پورا بدلہ عنایت فرمائے گا۔ کافروں کو بھی ان کے کفر کا بدلہ ملے گا۔ طرح طرح کی سزائیں ہوں گی۔ گرم پانی، گرمی گرم لوان کے حصے میں آئیں گے۔ اور بھی قسم قسم کے عذاب ہوتے رہیں گے۔ وہ جہنم جسے یہ جھٹلا رہے تھے ان کا اوڑھنا بچھونا ہوگی۔ اس کے اور گرم پگھلے ہوئے تانبے جیسے پانی کے درمیان یہ حیران و پریشان ہوں گے۔

اللہ عزوجل کی عظمت وقدرت کے ثبوت مظاہر کائنات: ☆☆ (آیت:۵-۶) اس کی کمال قدرت اس کی عظیم سلطنت کی نشانی یہ چمکیلا آفتاب ہے اور یہ روشن ماہتاب ہے۔ یہ اور ہی فن ہے اور وہ اور ہی کمال ہے۔ اس میں اس میں بڑا ہی فرق ہے۔ اس کی شعاعیں جگمگا دیں اور اس کی شعاعیں خود منور رہیں۔ دن کو آفتاب کی سلطنت رہتی ہے رات کو ماہتاب کی جگمگاہٹ رہتی ہے۔ ان کی منزلیں اس نے مقرر

کر رکھی ہیں- چاند شروع میں چھوٹا ہوتا ہے- چمک کم ہوتی ہے- رفتہ رفتہ بڑھتا ہے اور روشن بھی ہوتا ہے پھر اپنے کمال کو پہنچ کر گھٹنا شروع ہوتا ہے اور اسی اگلی حالت پر آ جاتا ہے- ہر مہینے میں اس کا یہ ایک دور ختم ہوتا ہے- نہ سورج چاند کو پکڑ لے نہ چاند سورج کی راہ روکے نہ دن رات پر سبقت کرے نہ رات دن سے آگے بڑھے- ہر ایک اپنی اپنی جگہ پابندی سے چل پھر رہا ہے- دورہ ختم کر رہا ہے- دنوں کی گنتی سورج کی چال پر اور مہینوں کی گنتی چاند پر ہے- یہ مخلوق عبث نہیں بلکہ بحکمت ہے-

زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی چیزیں باطل پیدا شدہ نہیں- یہ خیال تو کافروں کا ہے جن کا ٹھکانا دوزخ ہے- تم یہ نہ سمجھنا کہ ہم نے تمہیں یونہی پیدا کر دیا ہے اور اب تم ہمارے قبضے سے باہر ہو- یاد رکھو میں اللہ ہوں- میں مالک ہوں- میں حق ہوں- میرے سوا کسی کی کچھ چلتی نہیں- عرش کریم بھی منجملہ مخلوق کے میری ادنیٰ مخلوق ہے- حجتیں اور دلیلیں ہم کھول کھول کر بیان فرما رہے ہیں کہ اہل علم لوگ سمجھ لیں- رات دن کے ردوبدل میں' ان کے برابر جانے آنے میں' رات پر دن کا آنا' دن پر رات کا چھا جانا' ایک دوسرے کے برابر پیچھے لگا تار آنا جانا اور زمین و آسمان کا پیدا ہونا اور ان کی اور مخلوق کا رچایا جانا' یہ سب عظمت اللہ کی بولتی ہوئی نشانیاں ہیں- ان سے منہ پھیر لینا کوئی عقلمندی کی دلیل نہیں- یہ نشانات بھی جنہیں فائدہ نہ دیں' انہیں ایمان کیسے نصیب ہوگا؟ تم اپنے آگے پیچھے اوپر نیچے بہت سی چیزیں دیکھ سکتے ہو- عقلمندوں کے لئے یہ بڑی بڑی نشانیاں ہیں- کہ وہ سوچ سمجھ کر اللہ کے عذابوں سے بچ سکیں اور اس کی رحمت حاصل کر سکیں-

إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّوا بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُونَ ﴿۷﴾ أُولٰٓئِكَ مَأْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۸﴾ إِنَّ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ بِإِيمٰنِهِمْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهٰرُ فِي جَنّٰتِ النَّعِيمِ ﴿۹﴾ دَعْوٰىهُمْ فِيهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلٰمٌ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ ﴿۱۰﴾ ع

جو لوگ ہم سے ملنے کے منکر ہیں اور دنیا کی زندگی پر ریجھے ہوئے ہیں' اسی پر مطمئن ہو بیٹھے ہیں اور جو ہماری نشانیوں سے غافل ہیں ○ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے' ان کے اعمال کے بدلے ○ یقیناً جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے عمل بھی اچھے کئے ہیں' ان کا رب ان کے ایمان کی وجہ سے راہ دے گا' ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہونگی' نعمتوں اور راحتوں والی جنتوں میں ○ جہاں ان کی پکار سبحانک اللھم ہوگی اور جہاں ان کی دعائے خیر السلام علیکم ہوگی' ان کی آخری پکار یہی ہوگی کہ تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے ○

نادان و محروم لوگ: ☆☆ (آیت: ۷-۸) جو لوگ قیامت کے منکر ہیں' جو اللہ کی ملاقات کے امیدوار نہیں- جو اس دنیا پر خوش ہو گئے ہیں' اسی پر دل لگا لیا ہے' نہ اس زندگی سے فائدہ اٹھاتے ہیں' نہ اس زندگی کو سود مند بناتے ہیں اور اس پر مطمئن ہیں- اللہ کی پیدا کردہ نشانیوں سے غافل ہیں' اللہ کی نازل کردہ آیتوں میں غور و فکر نہیں کرتے' ان کی آخری جگہ جہنم ہے جو ان کی خطاؤں اور گناہوں کا بدلہ ہے جو ان کے کفر و شرک کی جزا ہے-

خوش انجام خوش نصیب لوگ: ☆☆ (آیت:۹-۱۰) نیک بختوں کا حال بیان ہو رہا ہے جو اللہ پر ایمان لائے۔ رسولوں کو مانا' فرماں برداری کی' نیکیوں پر چلتے رہے' انہیں ان کے ایمان کی وجہ سے راہ مل جائے گی۔ پل صراط سے پار ہو جائیں گے' جنت میں پہنچ جائیں گے' نور مل جائے گا۔ جس کی روشنی میں چلیں پھریں گے۔ پس ممکن ہے کہ بایمانهم میں بے سبب کی ہو۔ اور ممکن ہے کہ استعانت کی ہو۔ ان کے اعمال اچھی بھلی صورت اور عطر و خوشبو بن کر ان کے پاس ان کی قبر میں آئیں گے اور انہیں خوشخبری دیں گے۔ یہ پوچھیں گے کہ تم کون ہو؟ وہ جواب دیں گے تمہارے نیک اعمال۔ پس یہ اپنے ان نورانی عمل کی روشنی میں جنت میں پہنچ جائیں گے۔ اور کافر کا عمل نہایت بدصورت' بدبودار ہو کر اس پر چمٹ جائے گا اور اسے دھکے دے کر جہنم میں لے جائے گا۔ یہ جو چیز کھانا چاہیں گے' اسی وقت فرشتے اسے تیار کر کے لائیں گے۔ انہیں سلام کہیں گے۔ یہ جواب دیں گے اور کھائیں گے۔ کھا کر اپنے رب کی حمد بیان کریں گے۔ ان کے صرف سبحانك اللهم کہتے ہی دس ہزار خادم اپنے ہاتھوں میں سونے کے کٹوروں میں کھانا لے کر حاضر ہو جائیں گے اور یہ سب میں سے کھائے گا۔ ان کا آپس میں بھی تحفہ سلام ہوگا۔ وہاں کوئی لغو بات کانوں میں نہ پڑے گی۔ در و دیوار سے سلامتی کی آوازیں آتی رہیں گی۔ رب رحیم کی طرف سے بھی سلامتی کا قول ہوگا۔ فرشتے بھی ہر ایک دروازے سے آ کر سلام کریں گے۔ آخری قول ان کا اللہ کی ثناء ہو گا۔ وہ معبود برحق ہے۔

اول و آخر حمد و تعریف کے سزاوار ہے۔ اسی لئے اس نے اپنی حمد بیان فرمائی۔ مخلوق کی پیدائش کے شروع میں' اس کی بقا میں' اپنی کتاب کے شروع میں' اور اس کے نازل فرمانے کے شروع میں۔ اس قسم کی آیتیں قرآن کریم میں ایک نہیں کئی ایک ہیں جیسے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہِ الْکِتٰبَ الخ وغیرہ۔ وہی اول' آخر دنیا عقبےٰ میں لائق حمد و ثنا ہے۔ ہر حال میں اس کی حمد ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اہل جنت سے تسبیح و حمد اس طرح ادا ہوگی جیسے سانس چلتا رہتا ہے۔ یہ اس لئے کہ ہر وقت نعمتیں' راحتیں' آرام اور آسائش بڑھتا ہوا دیکھیں گے پس لامحالہ حمد ادا ہوگی۔ سچ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں' نہ اس کے سوا کوئی پالنہار ہے۔

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ إِلَيْهِمْ أَجَلُهُمْ ۖ فَنَذَرُ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿١١﴾

اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو برائی پہنچانے میں جلدی کرے جیسی جلدی وہ بھلائی حاصل کرنے میں کرتے ہیں تو اب تک ان کی اجل بھی آ چکی ہوتی' جنہیں ہماری ملاقات کی امید تک نہیں' ہم بھی انہیں ان کی سرکشی میں ہی بھٹکتا ہوا چھوڑ دیتے ہیں ○

اللہ تعالیٰ اپنے احسانات کا تذکرہ فرماتے ہیں: ☆☆ (آیت:۱۱) فرمان ہے کہ میرے الطاف اور میری مہربانیوں کو دیکھو کہ بندے کبھی کبھی تنگ آ کر' گھبرا کر' اپنے لئے' اپنے بال بچوں کے لئے' اپنے مال کے لئے' بددعائیں کر بیٹھتے ہیں لیکن میں انہیں قبول کرنے میں جلدی نہیں کرتا۔ ورنہ وہ کسی گھر کے نہ رہیں جیسے کہ میں انہی چیزوں کی برکت کی دعائیں قبول فرما لیا کرتا ہوں۔ ورنہ یہ تباہ ہو جاتے۔ پس بندوں کو ایسی بددعاؤں سے پرہیز چاہئے۔ چنانچہ مسند بزار کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ اپنی جان و مال پر بددعا نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ کسی قبولیت کی ساعت موافقت کر جائے اور وہ بددعا قبول ہو جائے۔ اسی مضمون کا بیان آیت وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ الخ میں ہے۔ غرض یہ ہے کہ انسان کا کسی وقت اپنی اولاد و مال وغیرہ کے لئے بددعا کرنا کہ اللہ اسے غارت کرے وغیرہ۔ اگر نیک دعاؤں کی طرح قبولیت میں ہی آ جایا کرے تو لوگ برباد ہو جائیں۔

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ۭ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰۗىِٕفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾

انسان کو جب کوئی برائی پہنچتی ہے تو لیٹے بیٹھے اور کھڑے ہم سے خوب دعائیں کرنے لگتا ہے۔ لیکن جہاں ہم نے اس سے اس برائی کو دفع کر دیا پھر تو اس بے پرواہی سے چلتا ہے کہ گویا کسی مصیبت کے وقت اس نے ہمیں پکارا ہی نہ تھا' حد سے گزر جانے والوں کے لئے اسی طرح ان کے اعمال مزین کر دیئے جاتے ہیں ○ تم سے پہلے کی بستی والوں نے بھی جب ظلم پر کمر کس لی' ہم نے انہیں تہہ و بالا کر دیا۔ ان کے پاس بھی ان کے رسولوں نے دلیلیں پہنچا دی تھیں لیکن وہ ایسے نہ تھے کہ مان لیں' گنہگار لوگوں کو ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں ○ ان کے بعد ہم نے اس زمین میں تمہیں ان کا جانشین بنایا ہے کہ ہم دیکھ لیں کہ تم کیسے کچھ عمل کرتے ہو ○

مومن ہر حال میں اللہ کا شکر بجالاتے ہیں: ☆☆ (آیت:۱۲) اسی آیت جیسی آیت وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَاۗءٍ عَرِيْضٍ ہے یعنی جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو بڑی لمبی لمبی دعائیں کرنے لگتا ہے۔ ہر وقت اٹھتے بیٹھتے لیٹتے اللہ سے اپنی تکلیف کے دور ہونے کی التجائیں کرتا ہے۔ لیکن جہاں دعا قبول ہوئی' تکلیف دور ہوئی اور ایسا ہو گیا جیسے کہ نہ اسے کبھی تکلیف پہنچی تھی نہ اس نے کبھی دعا کی تھی۔ ایسے لوگ حد سے گزر جانے والے ہیں اور انہیں اپنے ایسے ہی گناہ اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ ہاں ایماندار' نیک اعمال' ہدایت و رشد والے ایسے نہیں ہوتے۔ حدیث شریف میں ہے مومن کی حالت پر تعجب ہے۔ اس کے لئے ہر الٰہی فیصلہ اچھا ہی اچھا ہوتا ہے۔ اسے تکلیف پہنچی' اس نے صبر و استقامت اختیار کی اور اسے نیکیاں ملیں' اسے راحت پہنچی' اس نے شکر کیا۔ اس پر بھی نیکیاں ملیں۔ یہ بات مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔

ظالم تہہ و بالا ہو گئے: ☆☆ (آیت:۱۳-۱۴) اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ سابقہ اقوام پر تکذیب رسولؑ کی وجہ سے عذاب آئے۔ تہس نہس ہو گئے۔ اب تم ان کے قائم مقام ہو اور تمہارے پاس بھی افضل الرسل آ چکے ہیں۔ اللہ دیکھ رہا ہے کہ تمہارے اعمال کی کیا کیفیت رہتی ہے۔؟ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' دنیا میٹھی' مزے کی' سبز رنگ والی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں تمہیں خلیفہ بنا کر دیکھ رہا ہے کہ تم کیسے اعمال کرتے ہو؟ دنیا سے ہوشیار رہو۔ اور عورتوں سے ہوشیار رہو۔ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ عورتوں کا ہی آیا تھا۔ (مسلم)

حضرت عوف بن مالکؓ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا آسمان سے ایک رسی لٹکائی گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے تو اسے مکمل تھام لیا' پھر لٹکائی گئی تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح پوری لے لی۔ پھر منبر کے اردگرد لوگوں نے ناپنا شروع کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ تین ذراع بڑھ گئے۔ حضرت عمرؓ نے یہ خواب سن کر فرمایا۔ بس ہٹو بھی۔ ہمیں خوابوں کی کیا حاجت؟ پھر اپنی خلافت کے زمانے میں حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا' عوفؓ تمہارا خواب کیا تھا؟ حضرت عوف نے کہا جانے دیجئے۔ جب آپؓ

کو اس کی ضرورت ہی نہیں - آپ نے جب مجھے ڈانٹ دیا پھر اب کیوں پوچھتے ہیں؟ آپؓ نے فرمایا اس وقت تو تم خلیفتہ الرسولؓ کو ان کی موت کی خبر دے رہے تھے - اب بیان کرو - انہوں نے بیان کیا - تو آپ نے فرمایا' لوگوں کا منبر کی طرف تین ذراع ناپنا یہ تھا کہ ایک تو خلیفہ برحق تھا - دوسرا خلیفہ اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے بالکل بے پرواہ تھا - تیسرا خلیفہ شہید ہے - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' پھر ہم نے تمہیں خلیفہ بنایا کہ ہم تمہارے اعمال دیکھیں - اے عمر کی ماں کے لڑکے تو خلیفہ بنا ہوا ہے' خوب دیکھ بھال لے کہ کیا کیا عمل کر رہا ہے؟ آپ کا فرمان کہ'' میں اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہیں کرتا'' سے مراد ان چیزوں میں ہے جو اللہ چاہے - شہید ہونے سے مراد یہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی' اس وقت مسلمان آپ کے مطیع و فرمانبردار تھے -

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ ۙ قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا ائْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَٰذَا أَوْ بَدِّلْهُ ۚ قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِي ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ ۖ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٥﴾ قُلْ لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا تَلَوْتُهُ عَلَيْكُمْ وَلَا أَدْرَاكُمْ بِهِ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِنْ قَبْلِهِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿١٦﴾

جب انکے سامنے ہماری روشن آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو ہماری ملاقات کے منکر کہتے ہیں کہ ہمارے پاس تو اسکے سوا کوئی اور قرآن لاؤ یا اسی کو بدل ڈالو تو جواب دے کہ یہ مجھ سے تو نہیں ہو سکنے کا کہ اسے میں اپنی طرف سے بدل دوں' میں تو صرف اس وحی کا تابعدار ہوں جو میری طرف بھیجی جائے' مجھے اپنے رب کی نافرمانی کرتے ہوئے بڑے دن کے عذاب کا ڈر لگا ہوا ہے ○ تو کہہ دے کہ اگر اللہ چاہتا تو میں اسے تمہارے سامنے نہ پڑھتا نہ وہ خود تمہیں اس سے خبردار کرتا - دیکھو تو میں اس سے پہلے بھی تم میں اپنی بڑی عمر گزار چکا ہوں' کیا پھر بھی تم نہیں سمجھتے ○

کفار کی بدترین حجتیں: ☆☆ (آیت: ۱۵-۱۶) مکے کے کفار کا بغض دیکھئے - قرآن سن کر کہنے لگے' اسے تو بدل لا - بلکہ کوئی اور ہی لا - تو جواب دے کہ یہ میرے بس کی بات نہیں - میں تو اللہ کا غلام ہوں - اس کا رسول ہوں - اس کا کہا کہتا ہوں - اگر میں ایسا کروں تو قیامت کے عذاب کا مجھے ڈر ہے - دیکھو اس بات کی دلیل یہ کیا کم ہے کہ میں ایک بے پڑھا لکھا شخص ہوں - تم لوگ استاد کلام ہو لیکن پھر بھی اس کا معارضہ اور مقابلہ نہیں کر سکتے - میری صداقت و امانت کے تم خود قائل ہو - میری دشمنی کے باوجود تم آج تک مجھ پر انگلی نکا نہیں سکتے - اس سے پہلے میں تم میں اپنی عمر کا بڑا حصہ گزار چکا ہوں - کیا پھر بھی عقل سے کام نہیں لیتے؟ شاہ روم ہرقل نے ابوسفیان اور ان کے ساتھیوں سے آنحضرت ﷺ کی صفتیں دریافت کرتے ہوئے پوچھا کہ کیا دعویٰ نبوت سے پہلے کبھی تم نے اسے جھوٹ کی تہمت لگائی ہے؟ تو اسے باوجود دشمن اور کافر ہونے کے کہنا پڑا کہ نہیں' یہ ہے آپ کی صداقت جو دشمنوں کی زبان سے بھی بے ساختہ ظاہر ہوتی تھی - ہرقل نے نتیجہ بیان کرتے ہوئے کہا تھا کہ میں کیسے مان لوں کہ لوگوں کے معاملات میں تو جھوٹ نہ بولے اور اللہ پر جھوٹ بہتان باندھ لے - حضرت جعفر بن ابو طالبؓ نے دربار نجاشی میں شاہ حبش سے فرمایا تھا' ہم میں اللہ تعالیٰ نے جس رسولؐ کو بھیجا ہے' ہم اس کی صداقت' امانت' نسب وغیرہ سب کچھ جانتے ہیں' وہ نبوت سے پہلے ہم میں چالیس سال گزار چکے ہیں - سعید بن مسیب سے تینتالیس سال مروی ہیں لیکن

مشہور قول پہلا ہی ہے۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ ط اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۷﴾

اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ افترا باندھ لے یا اس کی آیتوں کو جھٹلائے' بے شک گنہگار کامیاب نہیں ہوتے ○

مجرم اور ظالموں کا سرغنہ: ☆☆ (آیت:۱۷) اس سے زیادہ ظالم' اس سے زیادہ مجرم' اس سے زیادہ سرکش اور کون ہوگا؟ جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور اس کی طرف نسبت کر کے وہ کہے جو اس نے نہ فرمایا ہو۔ رسالت کا دعویٰ کر دے حالانکہ اللہ نے اسے نہ بھیجا ہو۔ ایسے جھوٹے لوگ تو عامیوں کے سامنے بھی چھپ نہیں سکتے چہ جائیکہ عاقلوں کے سامنے۔ اس گناہ کا کبیر ترین ہونا تو کسی سے مخفی نہیں۔ پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ نبی اس سے غافل رہیں۔ یاد رکھو جو بھی منصب نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کی صداقت یا جھوٹ اس پر ایسے دلائل قائم کر دیتی ہے کہ اس کا معاملہ بالکل ہی کھل جاتا ہے۔ ایک طرف حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو لیجئے اور دوسری جانب مسیلمہ کذاب کو رکھیئے تو اتنا ہی فرق معلوم ہوگا جتنا آدھی رات اور دوپہر کے وقت میں۔ دونوں کے اخلاق' عادات' حالات کا معائنہ کرنے والا' حضورؐ کی سچائی اور اس کی غلط گوئی میں کوئی شک نہیں کر سکتا۔ اسی طرح سجاح اور اسود عنسی کا دعویٰ ہے کہ نظر ڈالنے کے بعد کسی کو ان کے جھوٹ میں شک نہیں رہتا۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' جب رسول اللہ ﷺ مدینے میں آئے تو لوگ آپؐ کے دیکھنے کے لئے گئے۔ میں بھی گیا۔ آپؐ کے چہرے پر نظریں پڑتے ہی میں نے سمجھ لیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے آدمی کا نہیں۔ پاس گیا تو سب سے پہلے آپ کی زبان مبارک سے یہ کلام سنا کہ لوگو سلام پھیلاؤ۔ کھانا کھلاتے رہا کرو۔ صلہ رحمی قائم رکھو۔ راتوں کو لوگوں کی نیند کے وقت تہجد کی نماز پڑھا کرو تو سلامتی کے ساتھ جنت میں جاؤ گے۔ اسی طرح جب سعد بن بکر کے قبیلے کے وفد میں ضمام بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو پوچھا کہ اس آسمان کا بلند کرنے والا کون ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ۔ اس نے پوچھا ان پہاڑوں کا گاڑنے والا کون ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ۔ اس نے پوچھا اس زمین کا پھیلانے والا کون ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ۔ تو اس نے کہا میں آپ کو اسی اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے ان آسمانوں کو بلند کیا' ان پہاڑوں کو گاڑ دیا۔ اس زمین کو پھیلا دیا کہ کیا واقعی اللہ تعالیٰ ہی نے آپ کو اپنا رسول بنا کر ہماری طرف بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا' ہاں اسی اللہ کی قسم ہاں۔ اسی طرح نماز زکوۃ حج اور روزے کی بابت بھی اس نے ایسی ہی تاکیدی قسم دلا کر سوال کیا اور آپ نے بھی قسم کھا کر جواب دیا۔ تب اس نے کہا آپ سچے ہیں۔ اس کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ نہ میں اس پر بڑھاؤں گا اور نہ کم کروں گا۔ پس اس شخص نے صرف اسی پر کفایت کر لی۔ اور جو دلائل آپ کی صداقت کے اس کے سامنے تھے' ان پر اسے اعتبار آ گیا۔ حضرت حسانؓ نے آپؐ کی تعریف میں کتنا اچھا شعر کہا ہے۔

لو لم تكن فيه ايات مبينته　　كانت بديهته تاتيك بالخير

یعنی حضورؐ میں اگر ظاہر اور کھلی نشانیاں نہ بھی ہوتیں تو صرف یہی ایک بات کافی تھی کہ چہرہ دیکھتے ہی بھلائی اور خوبی تیری طرف لپکتی ہے۔ فصلوات الله و سلامه عليه۔ برخلاف آپ کے کذاب مسیلمہ کہ جس نے اسے بیک نگاہ دیکھ لیا' اس کا جھوٹ اس پر کھل گیا۔ خصوصاً جس نے اس کے فضول اقوال اور بدترین افعال دیکھ لئے۔ اسے اس کے جھوٹ میں ذرا سا شائبہ بھی نہ رہا۔ جسے وہ اللہ کا کلام کہہ رہا تھا' اس کی بدمزگی' اس کی بے کاری تو اتنی ظاہر ہے کہ اللہ کے کلام کے سامنے پیش کئے جانے کے بھی قابل نہیں۔ لو اب تم ہی انصاف

کرو۔ آیت الکرسی کے مقابلے میں اس ملعون نے یہ آیت بنائی تھی۔ یاضفدع بنت صفدعین نقی کم تنقین لا للماء تکدرین ولا الشارب تمنعین یعنی اے مینڈکوں کے بچے مینڈک تو ٹرا تارہ۔ نہ تو پانی خراب کر سکے نہ پینے والوں کو روک سکے۔ اسی طرح اس کے ناپاک کلام کے نمونے میں اس کی بنائی ہوئی ایک آیت ہے۔ کہ لقد انعم اللہ علی الحبلی اذاخرج منھا نسمتہ تسعی من بین صفاق و حشی اللہ نے حاملہ پر بڑی مہربانی فرمائی کہ اس کے پیٹ سے چلتی پھرتی جان برآمد کی' جھلی اور آنتوں کے درمیان سے۔

سورۃ الفیل کے مقابلے میں وہ پاجی کہتا ہے الفیل و ما ادرٰک مالفیل لہ خرطوم طویل یعنی ہاتھی اور کیا جانے تو کیا ہے ہاتھی؟ اس کی بڑی لمبی سونڈ ہوتی ہے۔ والنازعات کا معارضہ کرتے ہوئے یہ کمینہ کہتا ہے والعاجنات عجنا والخابزات خبزا واللاقمات لقما اھالتہ و سمعان ان قریشا قوم یعتدون یعنی آٹا گوندھنے والیاں اور روٹی پکانے والیاں اور لقمے بنانے والیاں' سالن اور گھی سے۔ قریشی لوگ بہت آگے نکل گئے۔ اب آپ ہی انصاف کیجئے کہ یہ بچوں کا کھیل ہے یا نہیں؟ شریف انسان تو سوائے مذاق کے ایسی بات منہ سے بھی نہیں نکال سکتا۔ پھر اس کا انجام دیکھئے۔ لڑائی میں مارا گیا۔ اس کا گروہ مٹ گیا۔ اس کے ساتھیوں پر لعنت برسی۔ حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس خائب و خاسر ہو کر منہ پر مٹی مل کر پیش ہوئے اور رو دھو کر' توبہ کر کے جوں توں کر کے جان بچائی۔ پھر تو اللہ کے سچے دین کی چاشنی سے ہونٹ چوسنے لگے۔ ایک روز ان سے خلیفۃ المسلمین امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مسیلمہ کا قرآن تو سناؤ تو وہ بہت سٹ پٹائے۔ بے حد شرمائے اور کہنے لگے۔ حضرت ہمیں اس ناپاک کلام کے زبان سے نکالنے پر مجبور نہ کیجئے۔ ہمیں تو اس سے شرم معلوم ہوتی ہے۔ آپؓ نے فرمایا نہیں۔ تم ضرور سناؤ تاکہ ہمارے مسلمان بھائیوں کو بھی اس کی رکاکت اور بے ہودگی معلوم ہو جائے۔ آخر مجبور ہو کر انہوں نے نہایت ہی شرماتے وہ کچھ پڑھا جس کا نمونہ اوپر گزرا کہ کہیں مینڈک کا ذکر ہے' کہیں ہاتھی کا' کہیں روٹی کا' کہیں حمل کا۔ اور وہ سارے ہی ذکر بے سود بے مزہ اور بے کار۔ حضرت ابوبکرؓ نے آخر میں فرمایا' یہ تو بتاؤ تمہاری عقلیں کہاں ماری گئیں تھیں؟ واللہ اسے تو کوئی بیوقوف بھی ایک لحہ کے لئے کلام اللہ نہیں کہہ سکتا۔ مذکور ہے کہ عمرو بن العاص اپنے کفر کے زمانے میں مسیلمہ کے پاس پہنچا۔ یہ دونوں بچپن کے دوست تھے۔ اس نے پوچھا' کہو عمرو تمہارے ہاں کے نبی پر آج کل جو وحی اتری ہو' اس میں سے کچھ سنا سکتے ہو؟ اس نے کہا ہاں' ان کے اصحاب ایک مختصر سی سورت پڑھتے تھے جو میری زبان پر بھی چڑھ گئی لیکن بھائی اپنے مضمون کے لحاظ سے وہ سورت بہت بڑی اور بہت ہی اعلی ہے اور لفظوں کے اعتبار سے بہت ہی مختصر اور بڑی جامع ہے۔ پھر اس نے سورہ والعصر پڑھ سنائی۔ مسیلمہ چپکا ہو گیا۔ بہت دیر کے بعد کہنے لگا' مجھ پر اسی جیسی سورت اتری ہے۔ اس نے کہا ہاں تو بھی سنا دے تو اس نے پڑھایا وبریا وبرانما انت اذنان و صدرو سائرک حقر لغر یعنی اے وبر جانور تیرے تو بس دو کان ہیں اور سینہ ہے اور باقی جسم تو تیرا بالکل حقیر اور عیب دار ہے۔ یہ سنا کر عمرو سے پوچھتا ہے کہو دوست کیسی کہی؟ اس نے کہا دوست اپنے جھوٹ پر مہر لگا دی۔ اور کیسی کہی؟ پس جب کہ ایک مشرک پر بھی سچے جھوٹے کی تمیز مشکل نہ ہوئی تو ایک صاحب عقل' تمیز دار باایمان پر کیسے یہ بات چھپ سکتی ہے؟ اسی کا بیان آیت وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْقَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْہِ شَیْءٌ الخ میں ہے یعنی اللہ پر جھوٹ افترا کرنے والے یا اس کی طرف وحی نہ آنے کے باوجود وحی آنے کا دعوی کرنے والے سے بڑھ کر ظالم کوئی نہیں۔ اسی طرح جو کہے کہ میں بھی اللہ کی طرح کا کلام اتار سکتا ہوں' مندرجہ بالا آیت میں بھی یہی فرمان ہے' پس وہ بڑا ہی ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے' وہ بڑا

ہی ظالم ہے جو اللہ کی آیتوں کو جھٹلائے۔ حجت ظاہر ہو جانے پر بھی نہ مانے۔ حدیث میں ہے' سب سے بڑا سرکش اور بدنصیب وہ ہے جو کسی نبی کو قتل کرے یا نبی اسے قتل کرے۔

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ ۚ قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ۚ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿١٨﴾ وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا ۚ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيمَا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿١٩﴾

اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انہیں ضرر پہنچا سکیں نہ نفع دے سکیں۔ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں' ان سے پوچھ تو کیا تم اللہ تعالیٰ کو وہ خبر دے رہے ہو جو وہ نہ تو آسمانوں میں جانتا ہے نہ زمین میں' وہ پاک اور بلند ہے ہر اس چیز سے جسے یہ شریک ٹھہرا رہے ہیں ○ سب کے سب انسان ایک ہی گروہ تھے۔ پھر اختلاف میں پڑ گئے' اگر پہلے ہی سے تیرے رب کا کلمہ نہ گزر چکا ہوتا تو ان سب کے درمیان ہر اس چیز کا فیصلہ کر دیا جاتا جس میں وہ مختلف ہیں ○

شرک کے آغاز کی روداد: ☆☆ (آیت:۱۸-۱۹) مشرکوں کا خیال تھا کہ جن کو ہم پوجتے ہیں' یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہوں گے۔ اس غلط عقیدے کی قرآن کریم تردید فرماتا ہے کہ وہ کسی نفع نقصان کا اختیار نہیں رکھتے۔ ان کی شفاعت تمہیں کچھ کام نہ آئے گی۔ تم تو اللہ کو بھی سکھانا چاہتے ہو گویا جو چیز زمین آسمان میں وہ نہیں جانتا۔ تم اس کی خبر اسے دینا چاہتے ہو۔ یعنی یہ خیال غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ شرک و کفر سے پاک ہے۔ وہ برتر و بری ہے۔ سنو پہلے سب ہی سب اسلام پر تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت نوح علیہ السلام تک دس صدیاں وہ سب لوگ مسلمان تھے۔ پھر اختلاف رونما ہوا اور لوگوں نے تیری میری پرستش شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کے سلسلوں کو جاری کیا تاکہ ثبوت و دلیل کے بعد جس کا جی چاہے زندہ رہے' جس کا جی چاہے مر جائے۔ چونکہ اللہ کی طرف سے فیصلے کا دن مقرر ہے۔ حجت تمام کرنے سے پہلے عذاب نہیں ہوتا اس لئے موت موخر ہے ورنہ ابھی ہی حساب چکا دیا جاتا۔ مومن کامیاب رہتے اور کافر ناکام۔

وَيَقُولُونَ لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ ۖ فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ فَانْتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ ﴿٢٠﴾

ع ۱۰

کہتے ہیں کہ اس پر کوئی نشان اس کے رب کی جانب سے کیوں نہیں اتارا گیا؟ تو کہہ دے کہ غیب کا حال تو اللہ ہی کو معلوم ہے۔ اچھا تم منتظر رہو' میں بھی تمہارے ساتھ ہی منتظر ہوں ○

ثبوت صداقت مانگنے والے: ☆☆ (آیت:۲۰) کہتے ہیں کہ اگر یہ سچا نبی ہے تو جیسے حضرت صالح علیہ السلام کو اونٹنی ملی تھی' انہیں ایسا کوئی نشان کیوں نہیں ملا؟ چاہئے تھا کہ یہ صفا پہاڑ کو سونا بنا دیتا یا مکے کے پہاڑوں کو ہٹا کر یہاں کھیتیاں باغ اور نہریں بنا دیتا۔ گو اللہ کی قدرت اس سے عاجز نہیں لیکن اس کی حکمت کا تقاضا وہی جانتا ہے۔ اگر وہ چاہے تو اپنے نبی کے لئے باغات اور نہریں بنا دے لیکن یہ پھر بھی

قیامت کے منکر ہی رہیں گے۔ اور آخر جہنم میں جائیں گے۔ اگلوں نے بھی ایسے معجزے طلب کئے۔ جب دکھائے گئے، پھر بھی جھٹلایا تو عذاب الٰہی آ گئے۔ آنحضرت ﷺ سے بھی یہی فرمایا گیا تھا کہ اگر تم چاہو تو میں ان کے منہ مانگے معجزے دکھا دوں لیکن پھر بھی یہ کافر رہے تو غارت کر دیئے جائیں گے اور اگر چاہو تو مہلت دوں۔ آپ نے اپنے حلم و کرم سے دوسری بات ہی اختیار کی۔ یہاں حکم ہوتا ہے کہ غیب کا علم اللہ ہی کو ہے۔ تمام کاموں کا انجام وہی جانتا ہے۔ تم ایمان نہیں لاتے تو نتیجے کے منتظر رہو۔ دیکھو میرا کیا ہوتا ہے اور تمہارا کیا ہوتا ہے؟ آہ کیسے بدنصیب تھے جو مانگتے تھے۔ اس سے بدرجہا بڑھ کر دیکھ چکے تھے اور سب معجزوں کو جانے دو۔ چاند کو ایک اشارے سے دو ٹکڑے کر دینا، ایک ٹکڑے کا پہاڑ کے اس طرف اور دوسرے کا اس طرف چلے آنا کیا یہ معجزہ کسی طرح اور کسی معجزے سے کم تھا؟ لیکن چونکہ ان کا یہ سوال محض کفر کی بناء پر تھا ورنہ یہ بھی اللہ دکھا دیتا۔ جن پر عذاب عملاً آ جاتا ہے، وہ چاہے دنیا بھر کے معجزے دیکھ لیں، انہیں ایمان نصیب نہیں ہوتا۔ اگر ان پر فرشتے اترتے، اگر ان سے مردے باتیں کرتے، اگر ہر ایک چیز ان کے سامنے کر دی جاتی، پھر بھی انہیں ایمان نصیب نہیں ہوتا۔ اسی کا بیان آیت وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِم بَابًا مِّنَ السَّمَاءِ الخ میں آیت وَإِن يَرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ الخ اور آیت وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا فِي قِرْطَاسٍ الخ میں بھی ہوا ہے۔ پس ایسے لوگوں کو ان کے منہ مانگے معجزے دکھانے بھی بے سود ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے تو کفر پر گرہ لگالی ہے۔ اس لئے فرما دیا کہ آگے چل کر دیکھ لینا کیا ہوتا ہے۔

وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّن بَعْدِ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُمْ إِذَا لَهُم مَّكْرٌ فِي آيَاتِنَا ۚ قُلِ اللَّهُ أَسْرَعُ مَكْرًا ۚ إِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُونَ مَا تَمْكُرُونَ ﴿٢١﴾ هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا كُنتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِم بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَفَرِحُوا بِهَا جَاءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِن كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ لَئِنْ أَنجَيْتَنَا مِنْ هَٰذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ﴿٢٢﴾ فَلَمَّا أَنجَاهُمْ إِذَا هُمْ يَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلَىٰ أَنفُسِكُم ۖ مَّتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٢٣﴾

لوگوں کو دکھ پہنچنے کے بعد جب ہم سکھ کا مزہ چکھاتے ہیں تو اسی وقت ہماری قدرتوں میں حیلے بنانے لگتے ہیں، تو کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ تو بہت جلد حیلہ بنا سکتا ہے۔ ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے تمہاری حیلہ بازیاں لکھ رہے ہیں ○ اللہ ہی ہے جو تمہیں خشکی تری کے سفر کراتا ہے، یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں ہوتے ہو اور باد موافق انہیں بہالے چلتی ہے اور اہل کشتی ہشاش بشاش ہوتے ہیں کہ ناگاہ تیز و تند ناموافق ہوائیں چلنے لگتی ہیں اور ہر طرف سے موجیں ان کے پاس آنے لگتی ہیں اور وہ سمجھ لیتے ہیں کہ وہ گھیر لئے گئے اسی وقت خالص اللہ کی عبادت کرتے ہوئے اسی سے دعائیں کرنے لگتے ہیں کہ اگر تو نے ہمیں اس سے بچا لیا تو یقیناً ہم شکر

گزاروں میں ہو جائیں گے ○ پھر جہاں اللہ تعالیٰ نے انہیں خلاصی دی کہ یہ ملک میں ناحق فساد برپا کرنے لگے لوگو! تمہاری سرکشیوں کا وبال خود تم پر ہی ہے۔ اچھا جیتے جی برت لو۔ پھر سب کا لوٹنا تو ہماری ہی طرف ہے۔ پس ہم آپ تمہیں تمہارے کرتوت پر خبردار کریں گے ○

احسان فراموش انسان: ☆☆ (آیت:۲۱۔۲۳) انسانی ناشکری کا بیان ہو رہا ہے کہ اسے سختی کے بعد کی آسانی' خشک سالی کے بعد کی تر سالی' قحط کے بعد کی بارش اور بھی ناشکرا کر دیتی ہے۔ یہ ہماری آیتوں سے مذاق اڑانے لگتا ہے۔ کیا تو اس وقت ہماری طرف ان کا جھکنا اور کیا اس وقت ان کا اکڑنا نہیں دیکھتا۔ رات کو بارش ہوئی۔ صبح کو حضورؐ نے نماز پڑھائی۔ پھر پوچھا' جانتے بھی ہو رات کو باری تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے؟ صحابہؓ نے کہا ہمیں کیا خبر؟ آپؐ نے فرمایا' اللہ کا ارشاد ہوا ہے کہ صبح کو میرے بہت سے بندے ایماندار ہو جائیں گے اور بہت سے کافر۔ کچھ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے لطف و رحم سے بارش ہوئی' وہ مجھ پر ایمان رکھنے والے بن جائیں گے اور ستاروں کی ایسی تاثیروں کے منکر ہو جائیں گے۔ اور کچھ کہیں گے کہ فلاں فلاں نچھتر کی وجہ سے بارش برسائی گئی۔ وہ مجھ سے کافر ہو جائیں گے اور ستاروں پر ایمان رکھنے والے بن جائیں گے۔

یہاں فرماتا ہے کہ جیسے یہ چالبازی ان کی طرف سے ہے' میں بھی اس کے جواب سے غافل نہیں ہوں۔ انہیں ڈھیل دیتا ہوں۔ یہ اسے غفلت سمجھتے ہیں۔ پھر جب پکڑ آ جاتی ہے تو حیران و ششدر رہ جاتے ہیں۔ میں غافل نہیں۔ میں نے تو اپنے امین فرشتے چھوڑ رکھے ہیں جو ان کے کرتوت برابر لکھتے جا رہے ہیں۔ پھر میرے سامنے پیش کریں گے۔ میں خود دانا' بینا ہوں لیکن تاہم وہ سب تحریر میرے سامنے ہو گی جس میں ان کے چھوٹے بڑے' برے بھلے سب اعمال ہوں گے۔ اسی اللہ کی حفاظت میں تمہارے خشکی اور تری کے سفر ہوتے ہیں۔ تم کشتیوں میں سوار ہو' موافق ہوائیں چل رہی ہیں' کشتیاں تیر کی طرح منزل مقصود کو جا رہی ہیں۔ تم خوشیاں منا رہے ہو کہ یکایک باد مخالف چلی اور چاروں طرف سے پہاڑوں کی طرح موجیں اٹھ کھڑی ہوئیں۔ سمندر میں تلاطم شروع ہو گیا۔ کشتی تنکے کی طرح جھکولے کھانے لگی اور تمہارے کلیجے الٹنے لگے۔ ہر طرف سے موت نظر آنے لگی۔ اس وقت سارے بنے بنائے معبود اپنی جگہ دھرے رہ گئے اور نہایت خشوع و خضوع سے صرف مجھ سے دعائیں مانگی جانیلگیں۔ وعدے کئے جانے لگے کہ اب کے اس مصیبت سے نجات مل جانے کے بعد شکر گزاری میں باقی عمر گزار دیں گے۔ توحید میں لگے رہیں گے۔ کسی کو اللہ کا شریک نہیں بنائیں گے۔ آج سے خالص توبہ ہے۔

لیکن ادھر نجات ملی' کنارے پر اترے' خشکی میں چلے پھرے کہ اس مصیبت کے وقت کو' اس خالص دعا کو' پھر اقرار شکر و توحید کو یکسر بھول گئے اور ایسے ہو گئے گویا ہمیں کبھی پکارا ہی نہ تھا۔ ہم سے کبھی معاملہ پڑا ہی نہ تھا۔ ناحق اکڑفوں کرنے لگے' مستی میں آ گئے۔ لوگو تمہاری اس سرکشی کا وبال تم پر ہی ہے۔ تم اس سے دوسروں کا نہیں بلکہ اپنا ہی نقصان کر رہے ہو۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' وہ گناہ جس پر یہاں بھی اللہ کی پکڑ نازل ہو اور آخرت میں بھی بدترین عذاب ہو' فساد و سرکشی اور قطع رحمی سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ تم اس دنیائے فانی کے تھوڑے سے معمولی برائے نام فائدے تو چاہے اٹھا لو لیکن آخر انجام تو میری طرف ہی ہے۔ میرے سامنے آ و گے' میرے قبضے میں ہو گے۔ اس وقت ہم آپ تمہیں تمہاری بداعمالیوں پر متنبہ کریں گے۔ ہر ایک کو اس کے کئے اعمال کا بدلہ دیں گے لہذا اچھائی پا کر ہمارا شکر کرو اور برائی دیکھ کر اپنے سوا کسی اور کو ملامت اور الزام نہ دو۔

إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ أَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْأَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ وَالْأَنْعَامُ ۭ حَتّٰٓى إِذَآ أَخَذَتِ الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ أَهْلُهَآ أَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ ۙ أَتٰىهَآ أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَأَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْأَمْسِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا إِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ۭ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۵﴾

دنیا کی زندگی کی مثال تو بالکل بارش جیسی ہے جسے ہم آسمان سے برساتے ہیں۔ پھر اس سے زمین کا سبزہ اور روئیدگی مل جل کر وہ چیزیں اگتی ہیں جو انسان بھی کھاتے ہیں اور چوپائے بھی' یہاں تک کہ جب زمین سرسبز ہو کر آراستہ پیراستہ ہوگئی اور وہاں کے رہنے والوں نے اندازہ لگالیا کہ اب ہم اس سے نفع پانے پر قادر ہو گئے کہ ناگہاں امرالٰہی اس پر رات کو یا دن کو آپہنچا اور ہم نے اسے جڑ سے اکھیڑ پھینکا اس طرح کہ گویا کل کچھ بھی نہ تھا' غور و فکر کرنے والوں کے لئے اس طرح ہم کھول کھول کر اپنی نشانیاں بیان فرمادیتے ہیں ○ اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی طرف بلا رہا ہے' اور جسے چاہتا ہے راہ راست پر لا کھڑا کر دیتا ہے ○

دنیا اور اس کی حقیقت: ☆☆ (آیت:۲۴-۲۵) دنیا کی ٹیپ ٹاپ اور اس کی دو گھڑی کی سہانی رونق' پھر اس کی بربادی اور بے رونقی کی مثال زمین کے سبزے سے دی جارہی ہے کہ بادل سے پانی برسا۔ زمین لہلہا اٹھی۔ طرح طرح کی سبزیاں' چارے' پھل پھول' کھیت' باغات' پیدا ہو گئے۔ انسانوں کے کھانے کی چیزیں جانوروں کے چرنے چگنے کی چیزیں چاروں طرف پھیل پڑیں' زمین سرسبز ہو گئی' ہر چہار طرف ہریالی ہی ہریالی نظر آنے لگی' کھیتی والے خوش ہو گئے۔ باغات والے پھولے نہیں سماتے کہ اب کے پھل اور اناج بکثرت ہے۔ ناگہاں آندھیوں کے جھکڑ چلنے لگے' برف باری ہوئی' اولے گرے' پالہ پڑا' پھل چھوڑ' پتے بھی جل گئے۔ درخت جڑوں سے اکھڑ گئے' تازگی خشکی سے بدل گئی' پھل ٹھٹھر گئے' جل گئے' کھیت و باغات ایسے ہو گئے کہ گویا تھے ہی نہیں۔ اور جو چیز کل تھی بھی' آج نہیں تو گویا کل بھی نہ تھی۔

حدیث میں ہے' بڑے دنیادار کروڑپتی کو جو ہمیشہ ناز و نعمت میں ہی رہا تھا' لاکر جہنم میں ایک غوطہ دے کر پھر اس سے پوچھا جائے گا کہ کہو تمہاری زندگی کیسی گزری؟ وہ جواب دے گا کہ میں نے تو کبھی کوئی راحت نہیں دیکھی۔ کبھی آرام کا نام بھی نہیں سنا۔ اسی طرح دنیا کی زندگی میں ایک گھڑی بھی جس پر آرام کی نہیں گزری تھی' اسے لایا جائے گا۔ جنت میں ایک غوطہ دلا کر پوچھا جائے گا کہ کہو دنیا میں کیسے رہے؟ جواب دے گا کہ پوری عمر کبھی رنج و غم کا نام بھی نہیں سنا۔ کبھی تکلیف اور دکھ دیکھا بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح عقلمندوں کے لئے واقعات واضح کرتا ہے تاکہ وہ عبرت حاصل کرلیں۔ ایسا نہ ہو اس فانی چندروزہ دنیا کے ظاہری چکر میں پھنس جائیں اور اس ڈھل جانے والے سائے کو اصلی اور پائدار سمجھ لیں۔ اس کی رونق دوروزہ ہے۔ یہ وہ چیز ہے جو اپنے چاہنے والوں سے بھاگتی ہے۔ اور نفرت کرنے والوں سے لپٹتی ہے۔ دنیا کی زندگی کی مثال اسی طرح ہے۔ اور بھی بہت سی آیتوں میں بیان ہوئی ہے مثلاً سورہ کہف کی آیت وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ

الدُّنیا الخ میں اور سورہ زمر اور سورہ حدید میں - خلیفہ مراون بن حکم نے ممبر پر وَظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَا وما كان الله ليهلكهم الا بذنوب اهلها الخ' پڑھ کر فرمایا' میں نے تو اسی طرح پڑھی ہے لیکن قرآن میں یہ لکھی ہوئی نہیں - حضرت ابن عباسؓ کے صاحبزادے نے فرمایا' میرے والد بھی اسی طرح پڑھتے تھے - ابن عباسؓ کے پاس جب آدمی بھیجا گیا تو آپ نے فرمایا' ابی بن کعب کی قرأت بھی یونہی ہے - لیکن یہ قرات غریبہ ہے - اور گویا یہ جملہ تفسیر یہ ہے - واللہ اعلم -

اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی طرف اپنے بندوں کو بلاتا ہے جو دنیا کی طرح فانی نہیں بلکہ باقی ہے - دنیا کی طرح دو دن کے لئے زینت دار نہیں بلکہ ہمیشہ کی نعمتوں اور ابدی راحتوں والی ہے - حضورؐ فرماتے ہیں - مجھ سے کہا گیا تیری آنکھیں سو جائیں - تیرا دل جاگتا رہے اور تیرے کان سنتے رہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا - پھر فرمایا گیا' ایک سردار نے ایک گھر بنایا - وہاں دعوت کا انتظام کیا - ایک بلانے والے کو بھیجا - پس جس نے اس کی دعوت قبول کی - گھر میں داخل ہوا اور دستر خوان سے کھانا کھایا - جس نے نہ قبول کی نہ اسے اپنے گھر میں آنا ملا نہ دعوت کا کھانا میسر ہوا نہ سردار اس سے خوش ہوا - پس اللہ سردار ہے اور گھر اسلام ہے اور دستر خوان جنت ہے اور بلانے والے حضرت محمد ﷺ ہیں - یہ روایت مرسل ہے - دوسری متصل بھی ہے - اس میں ہے کہ ایک دن ہمارے مجمع میں آکر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' خواب میں میرے پاس جبرئیل و میکائیل آئے - جبرئیلؑ سرہانے اور میکائیلؑ پیروں کی طرف کھڑے ہو گئے - ایک نے دوسرے سے کہا' اس کی مثال بیان کرو - پھر یہ مثال بیان کی' پس جس نے تیری دعوت قبول کی' وہ اسلام میں داخل ہوا اور جو اسلام لایا' وہ جنت میں پہنچا اور وہاں کھایا پیا - ایک حدیث میں ہے' ہر دن سورج کے طلوع ہونے کے وقت اس کے دونوں جانب دو فرشتے ہوتے ہیں جو باآواز بلند انسانوں اور جنوں کے سوا سب کو سنا کر کہتے ہیں کہ لوگو اپنے رب کی طرف آؤ - جو کم ہو یا کافی ہو' وہ بہتر ہے اس سے جو زیادہ ہو اور غافل کر دے - قرآن فرماتا ہے' لوگو اللہ تعالیٰ تمہیں دار السلام کی طرف بلاتا ہے (ابن ابی حاتم اور ابن جریر)

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ۭ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَاۗءُ سَيِّئَةٍۢ بِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۭ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷﴾

نیکیاں کرنے والوں کے لئے بھلائی بھی ہے اور زیادتی بھی' نہ تو ان کے چہروں پر سیاہی ہوگی اور نہ ذلت' یہ تو جنتی لوگ ہیں جو وہاں ہمیشہ ہمیش رہیں گے ○ جنہوں نے برائی کی ہے' انہیں انہی برائیوں کے برابر کا بدلہ ملے گا - انہیں ذلت ڈھانپ لے گی' انہیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا' گویا کہ ان کے چہرے رات کے سیاہ ٹکڑے سے ڈھانپ دیئے گئے ہیں - یہ جہنمی لوگ ہیں جو اسی میں ہمیشہ رہیں گے ○

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی: ☆☆ (آیت:۲۶) یہاں جس نے نیک اعمال کئے اور باایمان رہا' وہاں اسے بھلائیاں اور نیک بدلے ملیں گے - احسان کا بدلہ احسان ہے - ایک ایک نیکی بڑھا چڑھا کر زیادہ ملے گی - ایک کے بدلے سات سات سو تک - جنت'

حور، قصور وغیرہ وغیرہ آنکھوں کی طرح طرح کی ٹھنڈک، دل کی لذت اور ساتھ ہی اللہ عزوجل کے چہرے کی زیارت۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم اور اس کا لطف ورحم ہے۔ بہت سے سلف خلف صحابہؓ وغیرہ سے مروی ہے کہ زیادہ سے مراد اللہ عزوجل کا دیدار ہے۔ حضورؐ نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا جب جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں چلے جائیں گے اور اس وقت ایک منادی کرنے والا ندا کرے گا کہ اے جنتیو تم سے اللہ کا ایک وعدہ ہوا تھا۔ اب وہ بھی پورا ہونے کو ہے۔ یہ کہیں گے الحمدللہ ہمارے میزان بھاری ہو گئے، ہمارے چہرے نورانی ہو گئے، ہم جنت میں پہنچ گئے۔ ہم جہنم سے دور ہو گئے۔ اب کیا چیز باقی ہے؟ اسی وقت حجاب ہٹ جائے گا اور یہ اپنے پاک پروردگار کا دیدار کریں گے۔ واللہ کسی چیز میں انہیں وہ لذت وسرور نہ حاصل ہوا ہو گا جو دیدار اللہ میں ہو گا۔ (مسلم وغیرہ) اور حدیث میں ہے کہ منادی کہے گا، حسنیٰ سے مراد جنت تھی اور زیادت سے مراد دیدار اللہ تھا۔ ایک حدیث میں یہ فرمان رسول ﷺ سے بھی مروی ہے۔ میدان محشر میں ان کے چہروں پر نہ سیاہی ہو گی نہ ذلت ہو گی جیسے کہ کافروں کے چہروں پر یہ دونوں چیزیں ہوں گی۔ غرض ظاہری اور باطنی اہانت سے وہ دور ہوں گے۔ چہرے پرنور، دل راحتوں سے مسرور۔ اللہ ہمیں بھی انہی میں کرے۔ آمین۔

ایک تقابلی جائزہ: ☆☆ (آیت: ۲۷) نیکوں کا حال بیان فرما کر اب بدوں کا حال بیان ہو رہا ہے۔ ان کی نیکیاں بڑھا کر ان کی برائیاں برابر ہی رکھی جائیں گی۔ نیکی کم مگر بدکاریاں ان کے چہروں پر سیاہیاں بن کر چڑھ جائیں گی، ذلت وپستی سے ان کے منہ کالے پڑ جائیں گے۔ یہ اپنے مظالم سے اللہ کو بے خبر سمجھتے رہے حالانکہ انہیں اس دن تک کی ڈھیل ملی تھی، آج آنکھیں چڑھ جائیں گی، شکلیں بگڑ جائیں گی۔ کوئی نہ ہو گا جو کام آئے اور عذاب سے بچائے۔ کوئی بھاگنے کی جگہ نہ نظر آئے گی۔ اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ کافروں کے چہرے ان کے کفر کی وجہ سے سیاہ ہوں گے، اب کفر کا مزہ اٹھاؤ۔ مومنوں کے منہ نورانی اور چمکیلے، گورے اور صاف ہوں گے، کافروں کے چہرے ذلیل اور پست ہوں گے۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنتُمْ وَشُرَكَاؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ ۖ وَقَالَ شُرَكَاؤُهُم مَّا كُنتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ ﴿٢٨﴾ فَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ إِن كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِينَ ﴿٢٩﴾ هُنَالِكَ تَبْلُو كُلُّ نَفْسٍ مَّا أَسْلَفَتْ ۚ وَرُدُّوا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ ۖ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٣٠﴾

ع ۱۰ ۸

اس دن سے ڈرو جس دن ہم تمام مخلوق کا حشر کریں گے۔ پھر مشرکوں سے فرمائیں گے کہ تم اور تمہارے شریک اپنی جگہ ٹھہرے رہو، پھر ہم ان میں تفرقہ ڈال دیں گے اور ان کے شریک کہیں گے کہ تم ہرگز ہماری عبادت نہیں کرتے تھے ○ ہم میں اور تم میں اللہ تعالیٰ پورا شاہد ہے۔ ہم تو تمہاری عبادت سے بالکل ہی غافل تھے ○ وہاں جانچ لے گا ہر کوئی جو آگے بھیجا اور سب کے سب اپنے سچے اور حقیقی مالک کی طرف رجوع ہوں گے اور جو کچھ جھوٹ باندھ لیا کرتے تھے، وہ سب کچھ ان سے گم ہو جائے گا ○

میدان حشر میں سبھی موجود ہوں گے: ☆☆ (آیت: ۲۸-۳۰) مومن کافر، نیک بد، جن اور انسان سب میدان قیامت میں اللہ کے

سامنے جمع ہوں گے۔ سب کا حشر ہوگا۔ ایک بھی باقی نہ رہے گا۔ پھر مشرکوں کو اور ان کے شریکوں کو الگ کھڑا کر دیا جائے گا۔ ان مجرموں کی جماعت مومنوں سے الگ ہو جائے گی۔ سب جدا جدا گروہ میں بٹ جائیں گے۔ ایک سے ایک الگ ہو جائے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ خود فیصلوں کے لئے تشریف لائے گا۔ مومن سفارش کر کے اللہ کو لائیں گے کہ وہ فیصلے فرمادے۔ یہ امت ایک اونچے ٹیلے پر ہوگی۔ مشرکین کے شرکا اپنے عابدوں سے بے زاری ظاہر کریں گے۔ اسی طرح خود مشرکین بھی ان سے انجان ہو جائیں گے۔ سب ایک دوسرے سے انجان بن جائیں گے۔ اب بتلاؤ ان مشرکوں سے بھی زیادہ کوئی بہکا ہوا ہے کہ انہیں پکارتے رہے جو آج تک ان کی پکار سے بھی غافل رہے اور آج ان کے دشمن بن کر مقابلے پر آ گئے۔ صاف کہا کہ تم نے ہماری عبادت نہیں کی۔ ہمیں کچھ خبر نہیں' ہم تمہاری عبادتوں سے بالکل غافل رہے۔ اسے اللہ خوب جانتا ہے نہ ہم نے اپنی عبادت کو تم سے کہا تھا نہ ہم اس سے کبھی خوش رہے۔ تم اندھی' نہ سنتی' بے کار چیزوں کو پوجتے رہے جو خود ہی بے خبر تھے' نہ وہ اس سے خوش نہ ان کا یہ حکم۔ بلکہ تمہاری پوری حاجت مندی کے وقت تمہارے شرک کے منکر تمہاری عبادتوں کے منکر بلکہ تمہارے دشمن۔ اس حی وقیوم' سمیع وبصیر' قادر و مالک' وحدہ لاشریک کو تم نے چھوڑ دیا جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہ تھا۔ جس نے رسول بھیج کر تمہیں توحید سکھائی اور سنائی تھی۔ سب رسولوں کی زبانی کہلوایا تھا کہ میں ہی معبود ہوں۔ میری ہی عبادت واطاعت کرو۔ سوائے میرے کوئی پوجا کے لائق نہیں۔ ہر قسم کے شرک سے بچو۔ کبھی کسی طرح بھی مشرک نہ بنو۔ وہاں ہر شخص اپنے اعمال دیکھ لے گا۔ اپنی بھلائی برائی معلوم کر لے گا۔ نیک و بد سامنے آ جائے گا۔ اسرار بے نقاب ہوں گے۔ کھل پڑیں گے۔ اگلے پچھلے چھوٹے بڑے کام سامنے ہوں گے۔ نامہ اعمال کھلے ہوئے ہوں گے' ترازو چڑھی ہوئی ہوگی۔ آپ اپنا حساب کر لے گا۔ تَبْلُوْا کی دوسری قرأت تَتْلُوْا بھی ہے۔ اپنے کرتوت کے پیچھے ہر شخص ہوگا۔ حدیث میں ہے' ہر امت کو حکم ہوگا کہ اپنے اپنے معبودوں کے پیچھے چل کھڑی ہو جائے۔ سورج پرست سب سورج کے پیچھے ہوں گے' چاند پرست چاند کے پیچھے' بت پرست بتوں کے پیچھے۔ سارے کے سارے حق تعالیٰ مولائے برحق کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ تمام کاموں کے فیصلے اس کے ہاتھ ہوں گے۔ اپنے فضل سے نیکوں کو جنت میں اور اپنے عدل سے بدوں کو جہنم میں لے جائے گا۔ مشرکوں کی ساری افترا پردازیاں رکھی کی رکھی رہ جائیں گی۔ بھرم کھل جائیں گے۔ پردے اٹھ جائیں گے۔

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۖۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿۳۲﴾ كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾

پوچھ تو کہ تم سب کو آسمان وزمین سے روزیاں کون پہنچا رہا ہے؟ اور کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے؟ اور کون ہے جو زندے کو مردے سے اور مردے کو زندے سے نکالتا ہے' اور کون ہے جو تمام کاموں کا انتظام کرتا ہے' اس کا جواب ان کے پاس یہی ہے کہ صرف اللہ ہی' تو کہہ دے کہ کیا پھر تم بچتے نہیں ہو؟ ○ یہی ہے اللہ تم سب کا پالنے والا سچا' پس حق کے بعد گمراہی کے سوا اور ہے ہی کیا؟ پس تم کہاں پھرے جاتے ہو؟ ○ اسی طرح تیرے رب کی بات نافرمانوں پر ثابت ہو

چکی ہے کہ وہ ایمان لائیں گے ہی نہیں ○

اللہ کی الوہیت کے منکر: ☆☆ (آیت:۳۱-۳۳) اللہ کی ربوبیت کو مانتے ہوئے الوہیت اللہ کا انکار کرنے والے قریشیوں پر حجت اللہ پوری ہو رہی ہے کہ ان سے پوچھو گے کہ آسمانوں سے بارش کون برساتا ہے؟ پھر اپنی قدرت سے زمین کو پھاڑ کر کھیتی اور باغ کون اگاتا ہے؟ دانے اور پھل کون پیدا کرتا ہے؟ اس کے جواب میں یہ سب کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی۔ اس کے ہاتھ میں ہے چاہے روزی دے چاہے روک لے۔ کان' آنکھیں بھی اس کے قبضے میں ہیں۔ دیکھنے کی سننے کی حالت بھی اسی کی دی ہوئی ہے۔ اگر وہ چاہے اندھا بہرا بنا دے۔ پیدا کرنے والا وہی' اعضا کا دینے والا وہی۔ وہ اس قوت کو چھین لے تو کوئی نہیں دے سکتا۔ اس کی قدرت وعظمت کو دیکھو کہ مردے سے زندے کو پیدا کر دے۔ زندے سے مردے کو نکالے۔ وہی تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے۔ ہر چیز کی بادشاہت اسی کے ہاتھ ہے۔ سب کو وہی پناہ دیتا ہے اس کے مجرم کو کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔ وہی متصرف و حاکم ہے۔ کوئی اس سے باز پرس نہیں کر سکتا۔ وہ سب پر حاکم ہے' آسمان وزمین اس کے قبضے میں' ہر تر و خشک کا مالک وہی ہے۔ عالم بالا اور سفلی اسی کا ہے۔ کل انس وجن' فرشتے اور مخلوق اس کے سامنے عاجز و بے کس ہیں۔ ہر ایک پست ولاچار ہے۔ ان سب باتوں کا ان مشرکین کو بھی اقرار ہے۔ پھر کیا بات ہے جو یہ تقویٰ اور پرہیز گاری اختیار نہیں کرتے۔ جہالت وعبادت سے دوسروں کی عبادت کرتے ہیں۔ فاعل خود مختار اللہ کو جانتے ہوئے' رب و مالک مانتے ہوئے' معبود سمجھتے ہوئے پھر بھی دوسروں کی پوجا کرتے ہیں۔ وہی ہے تم سب کا سچا معبود۔ اللہ تعالیٰ حق وکیل ہے۔ اس کے سوائے تمام معبود باطل ہیں۔ وہ اکیلا ہے۔ بے شریک ہے۔ مستحق عبادت صرف وہی ہے۔ حق ایک ہی ہے۔ اس کے سوا سب کچھ باطل ہے۔ پس تمہیں اس کی عبادت سے ہٹ کر دوسروں کی عبادت کی طرف نہ جانا چاہئے' یاد رکھو وہی رب العلمین ہے۔ وہی ہر چیز میں متصرف ہے۔ کافروں پر اللہ کی بات ثابت ہو چکی ہے' ان کی عقل ماری گئی ہے۔ خالق' رازق' متصرف' مالک صرف اللہ کو مانتے ہوئے اس کے رسولوں کا خلاف کر کے اس کی توحید کو نہیں مانتے۔ اپنی بدبختی سے جہنم کی طرف بڑھتے جا رہے ہیں' انہیں ایمان نصیب نہیں ہوگا۔

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ۭ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۴﴾ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ۭ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ۭ اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۣ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُھُمْ اِلَّا ظَنًّا ۭ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَـيْـــًٔـا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾

کہہ کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ایسا ہے جو ابتداً مخلوق کو پیدا کرے۔ پھر دوبارہ اسے لوٹا دے؟ کہہ دے کہ اللہ ہی مخلوق کو ابتدا میں پیدا کرتا ہے اور وہی پھر اس کا اعادہ کرتا ہے' سو تم کہاں سے الٹے پھرے جاتے ہو؟ ○ پوچھ کہ کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو دین حق کی راہ دکھا سکے؟ کہہ دے کہ اللہ

ہی دین حق کی رہبری کرتا ہے۔ پس جو حق کی راہ دکھائے۔ وہ پیروی کیے جانے کے زیادہ لائق ہے یا وہ جو خود ہی بغیر راہ دکھائے راہ نہ پاسکے، تمہیں کیا ہوگیا' کیسا انصاف کرتے ہو؟ ○ ان میں کے اکثر تو صرف اٹکل پر ہی چلتے ہیں' ظاہر ہے کہ اٹکل اور گمان معرفت حق میں کچھ بھی کام نہیں دیتے' جو کام یہ کرتے ہیں سب سے اللہ تعالیٰ باخبر ہے ○

مصنوعی معبودوں کی حقیقت: ☆☆ (آیت:۳۴-۳۶) مشرکوں کے شرک کی تردید ہو رہی ہے کہ بتلاؤ تمہارے معبودوں میں سے ایک بھی ایسا ہے جو آسمانوں وزمین کو اور مخلوق کو پیدا کر سکے۔ یا بگاڑ کر بنا سکے نہ ابتدا پر کوئی قادر نہ اعادہ پر کوئی قادر۔ بلکہ اللہ ہی ابتدا کرے وہی اعادہ کرے۔ وہ اپنے تمام کاموں میں یکتا ہے۔ پس تم طریق حق سے گھوم کر راہ ضلالت کی طرف کیوں جا رہے ہو۔ کہو تو تمہارے معبود کسی بھٹکے ہوئے کی رہبری کر سکتے ہیں؟ یہ بھی ان کے بس کی بات نہیں بلکہ یہ بھی اللہ کے ہاتھ ہے۔ ہادی برحق وہی ہے' وہی گمراہوں کو راہ راست دکھاتا ہے' اس کے سوا کوئی ساتھی نہیں۔ پس جو رہبری تو کیا کرے خود ہی اندھا بہرا ہو' اس کی تابعداری ٹھیک؟ یا اس کی اطاعت اچھی جو سچا ہادی' مالک کل' قادر کل ہو؟ یہی حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے اپنے باپ سے کہا تھا کہ ان کی پوجا کیوں کرتا ہے؟ جو نہ سنیں نہ دیکھیں نہ کوئی فائدہ دے سکیں۔ اپنی قوم سے فرماتے ہیں کہ تم ان کی پوجا کرتے ہو جنہیں خود اپنے ہاتھوں بناتے ہو۔ حالانکہ تمہارا اور تمہارے کام کی تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ یہاں فرماتا ہے تمہاری عقلیں کیا اوندھی ہوگئیں کہ خالق ومخلوق کو ایک کر دیا' نیکی سے ہٹ کر بدی میں جا گرے' توحید سے چھوڑ کر شرک میں پھنس گئے۔ اس کو اور اس کو پوجنے لگے۔ رب جل جلالہ مالک وحاکم وہادی ورب سے بھٹک گئے۔ اس کی طرف خلوص اور دلی توجہ چھوڑ دی۔ دلیل وبرہان سے ہٹ گئے۔ مغالطوں اور تقلید میں پھنس گئے۔ گمان اور اٹکل کے پیچھے پڑ گئے۔ وہم وخیال کی بھنور میں آ گئے۔ حالانکہ ظن وگمان فضول چیز ہے۔ حق کے سامنے وہ محض بے کار ہے۔ تمہیں اس سے کوئی فائدہ پہنچ نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے اعمال سے باخبر ہے۔ وہ انہیں پوری سزا دے گا۔

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۷﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾

یہ قرآن ایسا کلام نہیں کہ اللہ کے سوا اور کی طرف سے گھڑا ہوا ہو بلکہ یہ تو اپنے سے پہلے کی کتاب کی تصدیق کرنے والا ہے اور تفصیل ہے شریعت کی کتاب کی جس کے اللہ رب العالمین کی طرف سے ہونے میں کسی قسم کا شک نہیں ○ کیا یہ کہتے ہیں کہ اسی نے اسے گھڑ لیا ہے؟ تو جواب دے کہ پھر تم بھی تو اس کی کسی سورت کی مثال بنا کر لاؤ۔ ہاں تم اللہ کے سوا اور جس جس کو چاہو بلا بھی لینا اگر تم سچے ہو ○

اعجاز قرآن حکیم: ☆☆ (آیت:۳۷-۳۸) قرآن کریم کے اعجاز کا اور قرآن کریم کے کلام اللہ ہونے کا بیان ہو رہا ہے کہ کوئی اس کا بدل اور مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس جیسا قرآن بلکہ اس جیسی دس سورتیں بلکہ ایک سورت بھی کسی کے بس کی نہیں۔ یہ بے مثل قرآن بے مثل اللہ کی طرف سے ہے۔ اس کی فصاحت وبلاغت' اس کی وجاہت وحلاوت' اس کے معنوں کی بلندی' اس کے مضامین کی عمدگی بالکل بے نظیر چیز ہے۔ اور یہی دلیل ہے اس کی کہ یہ قرآن اس اللہ کی طرف سے ہے جس کی ذات بے مثل' صفتیں بے مثل' جس کے اقوال بے مثل' جس کے

افعال بے مثل، جس کا کلام اس سے عالی اور بلند کہ مخلوق کا کلام اس کے مشابہ ہو سکے۔ یہ کلام تو رب العلمین کا ہی کلام ہے' نہ کوئی اور اسے بنا سکے' نہ یہ کسی اور کا بنایا ہوا۔ یہ تو سابقہ کتابوں کی تصدیق کرتا ہے' ان پر نگہبانی کرتا ہے' ان کا اظہار کرتا ہے' ان میں جو تحریف' تبدیل تاویل ہوئی ہے' اسے بے حجاب کرتا ہے' حلال حرام' جائز ناجائز غرض کل امور شرع کا شافی اور پورا بیان فرماتا ہے۔ پس اس کے کلام اللہ ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ حضرت علیؓ سے مروی ہے' اس میں اگلی خبریں ہیں اس میں آنے والی پیش گوئیاں ہیں اور آنے والی خبریں ہیں۔ سب جھگڑوں کے فیصلے ہیں۔ سب احکام کے حکم ہیں۔ اگر تمہیں اس کے کلام اللہ ہونے میں شک ہے' تم اسے گھڑا ہوا سمجھتے ہو اور کہتے ہو کہ محمد ﷺ نے اپنی طرف سے کہہ لیا ہے تو جاؤ تم سب مل کر ایک ہی سورۃ اس جیسی بنا لاؤ اور کل انسانوں اور جنوں سے مدد بھی لے لو۔ یہ تیسرا مقام ہے جہاں کفار کو مقابلے پر بلا کر عاجز کیا گیا ہے کہ اگر وہ اپنے دعوے میں سچے ہوں تو اس کے مقابلے میں اسی جیسا کلام پیش کریں۔ لیکن یہ ہے ناممکن۔ یہ خبر بھی ساتھ ہی دے دی تھی کہ انسان و جنات سب جمع ہو جائیں' ایک دوسرے کا ساتھ دیں لیکن اس قرآن جیسا بنا کر پیش نہیں کر سکتے۔ اس پورے قرآن کے مقابلہ سے جب وہ عاجز ولاچار ثابت ہو چکے تو ان سے مطالبہ ہوا کہ اس جیسی صرف دس سورتیں ہی بنا کر لاؤ۔ سورہ ہود کے شروع کی آیت قُلۡ فَاۡتُوۡا بِعَشۡرِ سُوَرٍ مِّثۡلِهٖ الخ میں یہی فرمان ہے۔ جب یہ بھی ان سے نہ ہو سکا تو اور آسانی کر دی گئی اور سورہ بقرۃ میں جو مدنی ہے' فرمایا کہ اچھا ایک ہی سورت اس جیسی بنا کر پیش کرو۔ وہاں بھی ساتھ ہی فرمایا کہ نہ یہ تمہارے بس کی بات نہ ساری مخلوق کے بس کی بات۔ پس اس الہامی کتاب کو جھٹلا کر عذاب الٰہی مول نہ لو۔ اس وقت کلام کی فصاحت و بلاغت پر پورا زور تھا۔ عرب اپنے مقابلے میں سارے جہاں کو عجم یعنی گونگا کہا کرتے تھے۔ اپنی زبان پر بڑا گھمنڈ تھا' اس لئے اللہ تعالیٰ نے وہ قرآن اتارا کہ سب سے پہلے انہی شاعروں اور زبان دانوں اور عالموں کی گردنیں اس کے سامنے خم ہوئیں جیسے سب سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس معجزے نے کہ مردوں کو بحکم الٰہی جلا دینا۔ مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو بحکم اللہ شفا دے دینا' دنیا کے سب سے پہلے معالجوں اور اطباء کو راہ اللہ پر لا کھڑا کر دیا۔ کیونکہ انہوں نے دیکھ لیا کہ یہ کام دوا کا نہیں' اللہ کا ہے۔ جادوگروں نے سانپ کو جو حضرت موسیٰؑ کی لکڑی تھی' دیکھتے ہی آپ کی نبوت کا یقین کر لیا اور عاجز و درماندہ ہو گئے۔ اسی طرح اس قرآن نے فصیح وبلیغ لوگوں کی زبانیں بند کر دیں۔ ان کے دلوں میں یقین آ گیا کہ بے شک یہ کلام انسان کا کلام نہیں۔ حضورؐ فرماتے ہیں نبیوں کو ایسے معجزے دیئے گئے کہ ان کی وجہ سے لوگ ان پر ایمان لائے۔ میرا ایسا معجزہ قرآن ہے۔

بَلۡ كَذَّبُوۡا بِمَا لَمۡ يُحِيۡطُوۡا بِعِلۡمِهٖ وَلَمَّا يَاۡتِهِمۡ تَاۡوِيۡلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ فَانۡظُرۡ كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيۡنَ ۞ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يُّؤۡمِنُ بِهٖ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ لَّا يُؤۡمِنُ بِهٖ ؕ وَرَبُّكَ اَعۡلَمُ بِالۡمُفۡسِدِيۡنَ ۞

ع ۱۰

بلکہ یہ تو اسے جھٹلانے لگے جس کے علم کو نہیں پہنچے اور نہ اب تک اس کی حقیقت ان کے پاس پہنچی ہے' ان سے پہلے کے لوگوں نے بھی اسی طرح جھٹلایا تھا۔ پس تو آپ دیکھ لے کہ ان ظالموں کا انجام کیسا کچھ ہوا؟ ○ ان میں سے بعض تو اس پر ایمان لاتے ہیں اور بعض نہیں لاتے' تیرا رب فسادیوں کو خوب جانتا ہے ○

(آیت: ۳۹-۴۰) پس مجھے امید ہے کہ میرے تابعدار بہ نسبت ان کے بہت ہی زیادہ ہوں گے۔ یہ (کافر) لوگ بغیر سوچے

سمجھے' بغیر علم حاصل کئے اسے جھٹلانے لگے۔ اب تک تو اس کے مصداق اور حقیقت تک بھی یہ نہیں پہنچے۔ اپنی جہالت و سفاہت کی وجہ سے اس کی ہدایت' اس کے علم سے محروم رہ گئے اور چلانا شروع کر دیا کہ ہم اسے نہیں مانتے۔ ان سے پہلے کی امتوں نے بھی اللہ کے کلام کو اسی طرح جھٹلا دیا تھا جس بنا پر وہ ہلاک کر دیئے گئے۔ تو آپ نے دیکھ لیا کہ ان کا کیسا برا انجام ہوا۔ کس طرح ان کے پرخچے اڑے؟ ہمارے رسولوں کو ستانے ان کے نہ ماننے کا کبھی انجام اچھا نہیں ہوتا۔ تمہیں ڈرنا چاہئے کہیں انہی آفتوں کا نشانہ تم بھی نہ بنو۔ تیری امت کے بھی بعض لوگ تو اس پر ایمان لائے ہیں' تجھے رسول برحق مانا ہے۔ تیری باتوں سے نفع اٹھا رہے ہیں۔ اور بعض ایمان سے رہ گئے ہیں۔ خیر سے خالی ہو گئے ہیں۔ تیرا رب مفسدوں کو بخوبی جانتا ہے۔ گمراہ اور نیک راہ اس پر ظاہر ہیں۔ ہدایت اور ضلالت کے مستحق اس کے سامنے ہیں۔ وہ عادل ہے' ظالم نہیں۔ ہر ایک کو اس کا حصہ دیتا ہے۔ وہ برکت اور بلندی والا' پاک اور انتہائی حسن والا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْٓـــُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ ۭ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ ۭ اَفَاَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَـيْـــًٔـا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَھُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۴﴾

اگر یہ لوگ تجھے جھٹلائیں تو تو کہہ دے کہ میرے لئے میرا کام ہے اور تمہارے لئے تمہارا کام ہے۔ تم اس سے بری ہو جو میں کرتا ہوں اور میں اس کا ذمے دار نہیں جو تم کر رہے ہو ○ ان میں ایسے بھی ہیں جو تیری طرف کان لگاتے ہیں' تو کیا تو بہروں کو سنائے گا اگرچہ وہ عقل بھی نہ رکھتے ہوں؟ ○ اور ان میں سے بعض تیری طرف دیکھنے لگتے ہیں' تو کیا اندھوں کو راہ دکھلائے گا گو وہ دیکھتے بھی نہ ہوں ○ بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر بالکل ظلم نہیں کرتا' لیکن لوگ اپنی جانوں پر آپ ہی ظلم کرتے ہیں ○

مشرکین سے اجتناب فرمالیجئے: ☆☆ (آیت: ۴۱-۴۴) فرمان ہوتا ہے کہ اے نبیؐ اگر یہ مشرکین تجھے جھوٹا ہی بتلاتے رہیں تو تو ان سے اور ان کے کاموں سے اپنی بے زاری کا اعلان کر دے اور کہہ دے کہ تمہارے اعمال تمہارے ساتھ' میرے اعمال میرے ساتھ۔ جیسے کہ سورہ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ میں بیان ہوا ہے۔ اور جیسے کہ حضرت خلیل اللہ اور آپ کے ساتھیوں نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ ہم تم سے اور تمہارے معبودوں سے بے زار ہیں جنہیں تم نے اللہ کے سوا اپنے معبود بنا رکھا ہے۔ ان میں سے بعض تیرا پاکیزہ کلام بھی سنتے ہیں اور خود اللہ تعالیٰ کا بلند و بالا کلام بھی ان کے کانوں میں پڑ رہا ہے۔ لیکن ہدایت نہ تیرے ہاتھ نہ ان کے ہاتھ۔ گو یہ فصیح و صحیح کلام دلوں میں گھر کرنے والا' انسانوں کو پورا نفع دینے والا ہے' یہ کافی اور وافی ہے لیکن بہروں کو کون سنا سکے؟ یہ دل کے کان نہیں رکھتے۔ اللہ ہی کے ہاتھ ہدایت ہے۔ یہ تجھے دیکھتے ہیں' تیرے پاکیزہ اخلاق' تیری ستھری تعلیم' تری نبوت کی روشن دلیلیں ہر وقت ان کے سامنے ہیں لیکن ان سے بھی انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ مومن تو انہیں دیکھ کر ایمان بڑھاتے ہیں لیکن ان کے دل اندھے ہیں۔ عقل و بصیرت ان میں نہیں ہے۔ مومن وقار کی نظر ڈالتے ہیں اور یہ حقارت کی۔ ہر وقت ہنسی مذاق اڑاتے رہتے ہیں۔

پس اپنے اندھے پن کی وجہ سے راہ ہدایت نہ دیکھ نہیں سکتے۔ اس میں بھی اللہ کی حکمت کا دخل ہے کہ ایک تو دیکھے اور سنے اور نفع

پائے' دوسرا دیکھے سنے اور نفع سے محروم رہے۔ اسے اللہ کا ظلم نہ سمجھو۔ وہ تو سراسر عدل کرنے والا ہے' کسی پر بھی کوئی ظلم وہ روا نہیں رکھتا۔ لوگ خود اپنا برا آپ ہی کر لیتے ہیں۔ اللہ عزوجل اپنے نبی ﷺ کی زبانی فرماتا ہے کہ اے میرے بندو' میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کر لیا ہے اور تم پر بھی اسے حرام کر دیا ہے۔ خبردار ایک دوسرے پر ظلم ہرگز نہ کرنا۔ اس کے آخر میں ہے۔ اے میرے بندو! یہ تو تمہارے اپنے اعمال ہیں جنہیں میں جمع کر رہا ہوں۔ پھر تمہیں ان کا بدلہ دوں گا۔ پس جو شخص بھلائی پائے' وہ اللہ کا شکر بجا لائے اور جو اس کے سوا کچھ اور پائے وہ صرف اپنے نفس کو ہی ملامت کرے (مسلم)

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَأَنْ لَّمْ يَلْبَثُوٓا۟ إِلَّا سَاعَةً مِّنَ ٱلنَّهَارِ يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ ۚ قَدْ خَسِرَ ٱلَّذِينَ كَذَّبُوا۟ بِلِقَآءِ ٱللَّهِ وَمَا كَانُوا۟ مُهْتَدِينَ ﴿٤٥﴾ وَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ ٱلَّذِى نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ ٱللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ ﴿٤٦﴾ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولٌ ۖ فَإِذَا جَآءَ رَسُولُهُمْ قُضِىَ بَيْنَهُم بِٱلْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٤٧﴾

جس دن اللہ انہیں جمع کرے گا گویا کہ یہ دن کی ایک ساعت ہی رہے تھے۔ آپس میں ایک دوسرے کو پہچان لیں گے' بے شک وہ برباد ہوئے جو اللہ سے ملنے کو جھٹلاتے رہے اور راہ یافتہ نہ ہوئے ○ اگر ہم تجھے اپنا کوئی وعدہ دکھا دیں جو ہم ان سے کرتے ہیں یا ہم تجھے فوت کر لیں بہرصورت ان کا لوٹنا ہماری ہی طرف ہے۔ پھر اللہ ہی انکے کرتوتوں پر شاہد ہے ○ ہر امت کیلئے رسول ہے' پھر جب انکا رسول آ گیا تو ان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا گیا اور وہ ظلم نہیں کئے جاتے ○

جب سب اپنی قبر سے اٹھیں گے : ☆☆ (آیت:۴۵) بیان ہو رہا ہے کہ وہ وقت بھی آ رہا ہے جب قیامت قائم ہو گی اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ ان کی قبروں سے اٹھا کر میدان قیامت میں جمع کرے گا۔ اس وقت انہیں ایسا معلوم ہو گا کہ گویا گھڑی بھر دن ہی ہم رہے تھے' صبح یا شام ہی تک ہمارا رہنا ہوا تھا۔ کہیں گے کہ دس روز دنیا میں گزارے ہوں گے۔ تو بڑے بڑے حافظے والے کہیں گے' کہاں کے دس دن' تم تو ایک ہی دن رہے۔ قیامت کے دن یہ قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ ایک ساعت ہی رہے۔ وغیرہ ایسی آیتیں قرآن کریم میں بہت سی ہیں۔ مقصود یہ ہے کہ دنیا کی زندگی آج بہت تھوڑی معلوم ہو گی۔ سوال ہو گا کہ کتنے سال دنیا میں گزارے' جواب دیں گے کہ ایک دن بلکہ اس سے بھی کم۔ شمار والوں سے پوچھ لو۔ جواب ملے گا کہ واقعہ میں دار دنیا دار آخرت کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے اور فی الحقیقت وہاں کی زندگی بہت ہی تھوڑی تھی لیکن تم نے اس کا خیال زندگی بھر نہ کیا۔ اس وقت بھی ہر ایک دوسرے کو پہنچانتا ہو گا۔ جیسے دنیا میں تھے' ویسے ہی وہاں بھی ہوں گے۔ رشتے' کنبے کو باپ بیٹوں کو الگ الگ پہنچان لیں گے۔ لیکن ہر ایک نفسانفسی میں مشغول ہو گا۔ جیسے فرمان الٰہی ہے کہ صور کے پھونکتے ہی حسب ونسب سب فنا ہو جائیں گے۔ کوئی دوست اپنے کسی دوست سے کچھ سوال تک نہ کرے گا۔ جو اس دن کو جھٹلاتے رہے' وہ آج گھاٹے میں رہیں گے۔ ان کے لئے ہلاکت ہو گی' انہوں نے اپنا ہی برا کیا اور اپنے والوں کو بھی برباد کیا۔ اس سے بڑھ کر خسارہ اور کیا ہو گا کہ ایک دوسرے سے دور ہے' دوستوں کے درمیان تفریق ہے' حسرت وندامت کا دن ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی مقتدر اعلیٰ ہے : ☆☆ (آیت:۴۶-۴۷) فرمان ہے کہ اگر تیری زندگی میں ہم ان کفار پر کوئی عذاب اتاریں یا تجھے ان

عذابوں کے اتارنے سے پہلے ہی اپنے پاس بلالیں۔ بہرصورت ہے تو یہ سب ہمارے قبضے میں ہی اور ٹھکانا ان کا ہمارے ہاں ہی ہے۔ اور ہم پر ان کا کوئی عمل پوشیدہ نہیں۔ طبرانی کی حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے فرمایا' گذشتہ رات اسی حجرے کے پاس میرے سامنے میری ساری امت پیش کی گئی۔ کسی نے پوچھا کہ اچھا موجود لوگ تو خیر لیکن جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے' وہ کیسے پیش کئے گئے؟ آپؐ نے فرمایا ان کی مٹی کے جسم پیش کئے گئے جیسے تم اپنے کسی ساتھی کو پہچانتے ہو' ایسے ہی میں نے انہیں پہچان لیا۔ ہر امت کے رسول ہیں۔ جب کسی امت کے پاس رسول پہنچ گیا' پھر حجت پوری ہوگئی۔ اب قیامت کے دن ان کے درمیان عدل و انصاف کے ساتھ بغیر کسی ظلم کے حساب چکا دیا جائے گا۔ جیسے وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ الخ والی آیت میں ہے۔ ہر امت اللہ کے سامنے ہوگی' رسول موجود ہوگا' نامہ اعمال ساتھ ہوگا' گواہ فرشتے حاضر ہوں گے' ایک کے بعد دوسری امت آئے گی۔ اس شریف امت کا فیصلہ سب سے پہلے ہوگا' گو دنیا میں یہ سب سے آخر میں آئی ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں' ہم سب سے آخر میں آئے ہیں لیکن قیامت کے دن سب سے پہلے ہوں گے۔ ہمارے فیصلے سب سے اول ہوں گے۔ اپنے نبی کی فضیلت و شرف کی وجہ سے یہ امت بھی اللہ کے ہاں شریف و افضل ہے۔

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٤٨﴾ قُل لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِي ضَرًّا وَلَا نَفْعًا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۗ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۚ إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً ۖ وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ﴿٤٩﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُهُ بَيَاتًا أَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُونَ ﴿٥٠﴾ أَثُمَّ إِذَا مَا وَقَعَ آمَنتُم بِهِ ۚ آلْآنَ وَقَدْ كُنتُم بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ ﴿٥١﴾ ثُمَّ قِيلَ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا بِمَا كُنتُمْ تَكْسِبُونَ ﴿٥٢﴾

کہتے ہیں کہ وہ وعدہ کب ہے اگر تم سچے ہو ○ تو کہہ دے کہ میں تو اپنی جان کے نقصان نفع کا اختیار نہیں رکھتا مگر جو اللہ چاہے' ہر ایک امت کا ایک وقت مقرر ہے' جب ان کا وقت آ جائے گا تو نہ ایک ساعت کی دیر کر سکیں گے اور نہ جلدی کر سکیں گے ○ کہہ تم بتاؤ تو سہی' اگر تمہارے پاس اس کا عذاب رات کو آ جائے یا دن کو۔ بہرحال کیا چیز ہے جس کی جلدی یہ گنہگار مچا رہے ہیں؟ ○ کیا پھر جس وقت وہ آ جائے گا تب تم اس پر ایمان لاؤ گے' کیا اب؟ حالانکہ تم تو اس کی جلدی مچا رہے تھے ○ پھر تو ظالموں سے کہا جائے گا کہ ہیشگی کا عذاب چکھو۔ تمہیں بدلہ نہ دیا جائے گا مگر اسی کا جو تم کرتے رہے ○

بے معنی سوال کرنے والوں کو جواب: ☆☆ (آیت: ۴۸-۵۲) ان کا بے فائدہ سوال دیکھو۔ وعدہ کا دن کب آئے گا؟ یہ پوچھتے ہیں اور پھر وہ بھی نہ ماننے اور انکار کے بعد بطور یہ جلدی مچا رہے ہیں اور مومن خوف زدہ ہو رہے ہیں کیونکہ وہ اسے حق جانتے ہیں۔ وقت نہ معلوم ہو نہ سہی' جانتے ہیں کہ بات سچی ہے۔ ایک دن آئے گا ضرور۔ ہدایات دی جاتی ہیں کہ انہیں جواب دے کہ میرے اختیار میں تو کوئی بات نہیں۔ جو بات مجھے بتلا دی جائے' میں تو وہی جانتا ہوں۔ کسی چیز کی مجھ میں قدرت نہیں یہاں تک کہ خود اپنے نفع نقصان کا بھی میں مالک نہیں۔ میں تو اللہ کا غلام ہوں اور اس کا رسولؐ ہوں۔ اس نے مجھ سے فرمایا' میں نے تم سے کہا کہ قیامت آئے گی ضرور۔ نہ اس نے مجھے اس کا

خاص وقت بتایا نہ میں تمہیں بتا سکوں- ہاں ہر زمانے کی ایک میعاد معین ہے جہاں اجل آئی - پھر نہ ایک ساعت پیچھے نہ آگے- اجل آنے کے بعد نہیں رکتی - پھر فرمایا کہ وہ تو اچانک آنے والی ہے- ممکن ہے رات کو آ جائے - دن کو آ جائے - اس کے عذاب میں دیر کیا ہے؟ پھر اس شور مچانے سے اور وقت کا تعین پوچھنے سے کیا حاصل؟ - کیا جب قیامت آ جائے' عذاب دیکھ لو تب ایمان لاؤ گے؟ وہ محض بے سود ہے- اس وقت تو یہ سب کہیں گے کہ ہم نے دیکھ سن لیا- کہیں گے' ہم اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور دوسروں سے کفر کرتے ہیں- لیکن ہمارے عذاب کو دیکھنے کے بعد ایمان بے نفع ہے- اللہ کا طریقہ اپنے بندوں میں یہی رہا ہے- وہاں تو کافروں کو نقصان ہی رہے گا- اس دن تو ان سے صاف کہہ دیا جائے گا اور بہت ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ کہ اب تو دائمی عذاب چکھو' ہمیشہ کی مصیبت اٹھاؤ- انہیں دھکے دے دے کر جہنم میں جھونک دیا جائے گا کہ یہ ہے جسے تم نہیں مانتے تھے- اب بتاؤ کہ یہ جادو ہے یا تم اندھے ہو؟ جاؤ اب اس میں چلے جاؤ- اب تو صبر کرنا نہ کرنا برابر ہے- اپنے اعمال کا بدلہ ضرور پاؤ گے-

وَيَسْتَنْبِئُوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ۭ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ړ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ؀ وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ۭ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَھُمْ بِالْقِسْطِ وَھُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ؀ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَھُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ؀ هُوَ يُـحْيٖ وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ؀

ع ۱۳ ۱۰

تجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا یہ حق ہے' تو کہہ دے کہ قسم ہے میرے پروردگار کی' یہ بالکل حق ہے اور تم عاجز کرنے والے نہیں ہو ○ اگر ہر ظلم کرنے والے انسان کے لئے وہ ہو جو روئے زمین پر ہے تو وہ سب اپنے فدیئے میں دیدیں' دل ہی دل میں پشیمان ہوں گے جب کہ عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے' عدل کے ساتھ ان میں فیصلہ کر دیا جائے گا اور وہ ظلم نہ کئے جائیں گے ○ خبردار رہو' آسمانوں میں اور زمین میں جو کچھ ہے' سب اللہ ہی کا ہے' خبردار رہو یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن ان میں سے اکثر بے علم ہیں ○ وہی جلاتا اور مارتا ہے اور اسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے ○

مٹی ہونے کے بعد جینا کیسا ہے؟ ☆☆ (آیت: ۵۳-۵۴) پوچھتے ہیں کہ کیا مٹی ہو جانے اور سڑ گل جانے کے بعد جی اٹھنا اور قیامت کا قائم ہونا حق ہی ہے؟ تو ان کا شبہ مٹا دے اور قسم کھا کر کہہ دے کہ یہ سراسر حق ہی ہے- جس اللہ نے تمہیں اس وقت پیدا کیا جب کہ تم کچھ نہ تھے- وہ تمہیں دوبارہ جب کہ تم مٹی ہو جاؤ گے' پیدا کرنے پر یقیناً قادر ہے- وہ تو جو چاہتا ہے' فرما دیتا ہے کہ یوں ہو جا- اسی وقت ہو جاتا ہے اسی مضمون کی اور دو آیتیں قرآن کریم میں ہیں- سورہ سبا میں ہے قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ الخ سورہ تغابن میں ہے قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ الخ ان دونوں میں بھی قیامت کے ہونے پر قسم کھا کر یقین دلایا گیا ہے- اس دن تو کفار زمین بھر کر سونا اپنے بدلے میں دے کر بھی چھٹکارا پانا پسند رکھیں گے- دلوں میں ندامت ہوگی' عذاب سامنے ہوں گے' حق کے ساتھ فیصلے ہو رہے ہوں گے' کسی پر ظلم ہرگز نہ ہوگا-

خالق کل عالم کل ہے: ☆☆ (آیت: ۵۵-۵۶) مالک آسمان و زمین' مختار کل کائنات اللہ تعالیٰ ہی ہے- اللہ کے وعدے سچے ہیں' وہ پورے ہو کر ہی رہیں گے- یہ اور بات ہے کہ اکثر لوگ علم نہیں رکھتے - جلانے مارنے والا وہی ہے' سب باتوں پر وہ قادر ہے- جسم سے علیحدہ

ہونے والی چیز کو اس کے بکھر کر، بگڑ کر ٹکڑے ہونے کو وہ جانتا ہے اس کے حصے کن جنگلوں میں، کن دریاؤں میں، کہاں ہیں، وہ خوب جانتا ہے۔

يَاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ۭ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۵۸﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ۭ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۹﴾

لوگو! تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آ چکی اور وہ شفاء ہے ان علتوں کی جو سینوں میں ہیں اور ہدایت اور رحمت ہے مسلمانوں کے واسطے ○ اور کہہ دے کہ اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہی ایسی چیز ہے جس پر شادمانی منانی چاہئے' یہ اس سے بہت بہتر ہے جسے وہ جمع کر رہے ہیں ○ کہہ کہ بھلا دیکھو تو سہی جو روزی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اتاری' تم نے اس میں سے کچھ تو حرام کر لی اور کچھ حلال' پوچھ کہ کیا اللہ نے تمہیں حکم دیا تھا یا تم اللہ پر بہتان باندھ لیتے ہو؟ ○

رسول کریم ﷺ کے منصب عظیم کا تذکرہ: ☆☆ (آیت: ۵۷-۵۸) اپنے رسول کریم پر قرآن عظیم نازل فرمانے کے احسان کو اللہ رب العزت بیان فرما رہے ہیں کہ اللہ کا وعظ تمہارے پاس آ چکا جو تمہیں بدیوں سے روک رہا ہے' جو دلوں کے شک شکوک دور کرنے والا ہے' جس سے ہدایت حاصل ہوتی ہے' جس سے اللہ کی رحمت ملتی ہے۔ جو اس سچائی کی تصدیق کریں' اسے مانیں' اس پر یقین رکھیں' اس پر ایمان لائیں' وہ اس سے نفع حاصل کرتے ہیں۔ یہ ہمارا نازل کردہ قرآن مومنوں کے لئے شفا اور رحمت ہے' ظالم تو اپنے نقصان میں ہی بڑھتے رہتے ہیں۔ اور آیت میں ہے کہ کہہ دے کہ یہ تو ایمانداروں کے لئے ہدایت اور شفا ہے۔ اللہ کے فضل و رحمت یعنی اس قران کے ساتھ خوش ہونا چاہئے۔ دنیائے فانی کے دھن دولت پر ریجھ جانے اور اس پر شادمان و فرحاں ہو جانے سے تو اس دولت کو حاصل کرنے اور اس ابدی خوشی اور دائمی مسرت کو پا لینے سے بہت خوش ہونا چاہئے۔ ابن ابی حاتم اور طبرانی میں ہے کہ جب عراق فتح ہو گیا اور وہاں سے خراج دربار فاروقؓ میں پہنچا تو آپؓ نے اونٹوں کی گنتی کرنا چاہی لیکن وہ بے شمار تھے۔ حضرت عمرؓ نے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کر کے اسی آیت کی تلاوت کی۔ تو آپ کے مولی عمرو نے کہا' یہ بھی تو اللہ کا فضل و رحمت ہی ہے۔ آپ نے فرمایا' تم نے غلط کہا' یہ تو ہمارے حاصل کردہ ہیں' جس فضل و رحمت کا بیان اس آیت میں ہے' وہ یہ نہیں۔

بغیر شرعی دلیل کے حلال و حرام کی مذمت: ☆☆ (آیت: ۵۹-۶۰) مشرکوں نے بعض جانور مخصوص نام رکھ کر اپنے لیے حرام قرار دے رکھے تھے۔ اس عمل کی تردید میں یہ آیتیں ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ اللہ کی پیدا کی ہوئی کھیتیوں اور چوپایوں میں یہ کچھ نہ کچھ حصہ تو اس کا کرتے ہیں۔ مسند احمد میں ہے' حضرت عوف بن مالک بن فضلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت میری حالت یہ تھی کہ میلا کچیلا جسم' بال بکھرے ہوئے۔ آپؐ نے مجھ سے پوچھا' تمہارے پاس کچھ مال بھی ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا کہ کس قسم کا مال؟ میں نے کہا۔ اونٹ' غلام' گھوڑے' بکریاں وغیرہ۔ غرض ہر قسم کا مال ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ جب اللہ تعالیٰ نے تجھے سب کچھ دے رکھا ہے تو اس کا اثر بھی تیرے جسم پر ظاہر ہونا چاہئے۔ پھر آپ نے پوچھا کہ تیرے ہاں اونٹنیاں بچے بھی دیتی ہیں؟ میں نے کہا ہاں۔ فرمایا' وہ بالکل ٹھیک ٹھاک ہوتے ہیں۔ پھر تو اپنے ہاتھ میں چھری لے کر کسی کا کان کاٹ کے اس کا نام بحیرہ رکھ

لیتا ہے۔ کسی کی کھال کاٹ کر حرام نام رکھ لیتا ہے۔ پھر اسے اپنے اوپر اور اپنے والوں پر حرام سمجھ لیتا ہے؟ میں نے کہا ہاں یہ بھی ٹھیک ہے۔ آپؐ نے فرمایا' سن اللہ نے تجھے جو دیا ہے' وہ حلال ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بازو تیرے بازو سے قوی ہے اور اللہ تعالیٰ کی چھری تیری چھری سے بہت زیادہ تیز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان لوگوں کے فعل کی پوری مذمت بیان فرمائی ہے جو اپنی طرف سے بغیر شرعی دلیل کے کسی حرام کو حلال یا کسی حلال کو حرام ٹھہرا لیتے ہیں۔

وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَھُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝۶۰ۧ

ع ۷ ۱۱

جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں' ان کا قیامت کے دن کی بابت کیا خیال ہے؟ یقیناً اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑے ہی فضل و احسان والا ہے لیکن اکثر لوگ ناشکری کرتے ہیں ○

(آیت:۶۰) انہیں اللہ نے قیامت کے عذاب سے دھمکایا ہے اور فرمایا ہے کہ ان کا کیا خیال ہے؟ یہ کس ہوا میں ہیں۔ کیا یہ نہیں جانتے کہ یہ بے بس ہو کر قیامت کے دن ہمارے سامنے حاضر کئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ تو لوگوں پر اپنا فضل و کرم ہی کرتا ہے۔ وہ دنیا میں سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ اسی کا فضل ہے کہ اس نے دنیا میں بہت سی نفع کی چیزیں لوگوں کے لئے حلال کر دی ہیں۔ صرف انہی چیزوں کو حرام فرمایا ہے جو بندوں کو نقصان پہنچانے والی اور ان کے حق میں مضر ہیں۔ دنیوی طور پر یا اخروی طور پر۔ لیکن اکثر لوگ ناشکری کر کے اللہ کی نعمتوں سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اپنی جانوں کو خود تنگی میں ڈالتے ہیں۔ مشرک لوگ اسی طرح از خود احکام گھڑ لیا کرتے تھے اور انہیں شریعت سمجھ بیٹھتے تھے۔ اہل کتاب نے بھی اپنے دین میں ایسی ہی بدعتیں ایجاد کر لی تھیں۔ تفسیر ابن ابی حاتم میں ہے' قیامت کے دن اولیاء اللہ کی تین قسمیں کر کے انہیں جناب باری کے سامنے لایا جائے گا۔ پہلی قسم والوں میں سے ایک سے سوال ہو گا کہ تم لوگوں نے یہ نیکیاں کیوں کیں؟ وہ جواب دیں گے کہ پروردگار تو نے جنت بنائی' اس میں درخت لگائے' ان درختوں میں پھل پیدا کئے' وہاں نہریں جاری کیں' حوریں پیدا کیں اور اور نعمتیں تیار کیں' پس اسی جنت کے شوق میں ہم راتوں کو بیدار رہے اور دنوں کو بھوک پیاس اٹھائی۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا' اچھا تو تمہارے اعمال جنت کے حاصل کرنے کے لئے تھے۔ میں تمہیں جنت میں جانے کی اجازت دیتا ہوں اور یہ میرا خاص فضل ہے کہ جہنم سے تمہیں نجات دیتا ہوں۔ گو یہ بھی میرا فضل ہی ہے کہ میں تمہیں جنت میں پہنچاتا ہوں۔ پس یہ اور اس کے سب ساتھی بہشت بریں میں داخل ہو جائیں گے۔ پھر دوسری قسم کے لوگوں میں سے ایک سے پوچھا جائے گا کہ تم نے یہ نیکیاں کیسے کیں؟ وہ کہے گا' پروردگار تو نے جہنم کو پیدا کیا۔ اپنے دشمنوں اور نافرمانوں کے لیے وہاں طوق و زنجیر' حرارت' آگ' گرم پانی اور گرم ہوا کا عذاب رکھا۔ وہاں طرح طرح کے روح فرسا دکھ دینے والے عذاب تیار کئے۔ پس میں راتوں کو جاگتا رہا' دنوں کو بھوکا پیاسا رہا' صرف اس جہنم سے ڈر کر۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ میں نے تجھے اس جہنم سے آزاد کیا اور تجھ پر میرا یہ خاص فضل ہے کہ تجھے اپنی جنت میں لے جاتا ہوں۔

پس یہ اور اس کے ساتھی سب جنت میں چلے جائیں گے۔ پھر تیسری قسم کے لوگوں میں سے ایک کو لایا جائے گا' اللہ تعالیٰ اس سے دریافت فرمائے گا کہ تم نے نیکیاں کیوں کیں؟ وہ جواب دے گا کہ صرف تیری محبت میں اور تیرے شوق میں۔ تیری عزت کی قسم' میں راتوں کو

عبادت میں جاگتا رہا اور دنوں کو روزے رکھ کر بھوک پیاس سہتا رہا' یہ سب صرف تیرے شوق اور تیری محبت کے لیے تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا' تو نے یہ اعمال صرف میری محبت اور میرے اشتیاق میں ہی کئے ہیں۔ لے اب میرا دیدار کر لے۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ جل جلالہ اسے اور اس کے ساتھیوں کو اپنا دیدار کرائے گا' فرمائے گا' دیکھ لے' یہ ہوں میں۔ پھر فرمائے گا' یہ میرا خاص فضل ہے کہ میں تجھے جہنم سے بچاتا ہوں اور جنت میں پہنچاتا ہوں۔ میرے فرشتے تیرے پاس پہنچتے رہیں گے اور میں خود بھی تجھ پر سلام کہا کروں گا' پس وہ مع اپنے ساتھیوں کے جنت میں چلا جائے گا۔

وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَّمَا تَتْلُوا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ۭ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاۗءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۶۱﴾

تو جس کسی مشغلے میں ہو اور اللہ کی طرف سے آئے ہوئے قرآن کی جو کچھ تلاوت کر رہا ہو اور جو کچھ بھی کام تم کرتے ہو' ہم برابر تم پر مطلع رہتے ہیں جب بھی تم اس کام کو شروع کرتے ہو' تیرے رب سے ذرے برابر کی کوئی چیز بھی پوشیدہ نہیں رہتی' نہ زمین میں نہ آسمان میں' اس سے بھی کوئی چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیز ایسی نہیں جو روشن اور کھلی کتاب میں نہ ہو ○

اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا اور دیکھتا ہے: ☆☆ (آیت:۶۱) اللہ تعالیٰ عزوجل اپنے نبی ﷺ کو خبر دیتا ہے کہ خود آپؐ کے اور آپ کی تمام امت کے تمام احوال ہر وقت اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ ساری مخلوقؑ کے کل کام اس کے علم میں ہیں۔ اس کے علم سے اور اس کی نگاہ سے آسمان و زمین کا کوئی ذرہ بھی پوشیدہ نہیں۔ سب چھوٹی بڑی چیزیں ظاہر کتاب میں لکھی ہوئی ہیں۔ جیسے فرمان ہے وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ الخ' غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وہ خشکی تری کی ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ ہر پتے کے جھڑنے کی اسے خبر ہے۔ زمین کی اندھیریوں میں جو دانہ ہو' جو تر و خشک چیز ہو' سب کتاب مبین میں موجود ہے۔ الغرض درختوں کا ہلنا۔ جمادات کا ادھر ادھر ہونا' جانداروں کا حرکت کرنا' کوئی چیز روئے زمین کی اور تمام آسمانوں کی ایسی نہیں' جس سے علیم و خبیر اللہ بے خبر ہو۔ فرمان ہے وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ ایک اور آیت میں ہے کہ زمین کے ہر جاندار کا روزی رساں اللہ تعالیٰ ہے۔ جب کہ درختوں' ذروں' جانوروں اور تمام تر و خشک چیزوں کے حال سے اللہ عزوجل واقف ہے۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ بندوں کے اعمال سے وہ بے خبر ہو جنہیں عبادت الٰہی کی بجا آوری کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمان ہے اس ذی عزت اور بڑے رحم و کرم والے اللہ پر تو بھروسہ رکھ جو تیرے قیام کی حالت میں بھی تجھے دیکھتا رہتا ہے اور سجدہ کرنے والوں میں تیرا آنا جانا بھی دیکھ رہا ہے۔ یہی بیان یہاں ہے کہ تم سب ہماری آنکھوں اور کانوں کے سامنے ہو۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جب حضور ﷺ سے احسان کی بابت سوال کیا تو آپؐ نے یہی فرمایا کہ اللہ کی عبادت اس طرح کر کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے' اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تو تجھے یقیناً دیکھ ہی رہا ہے۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَاۗءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ

الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٦٤﴾ۭ

خبردار رہو کہ جو لوگ اللہ کے دوست ہیں ان پر کسی قسم کا خوف و ہراس نہیں نہ وہ غمگین ہونگے ○ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے رہے ○ ان کے لئے دنیا میں بھی بشارتیں ہیں اور آخرت میں بھی، کلام الٰہی کے لئے کوئی تبدیلی نہیں، یہی تو زبردست کامیابی اور مقصدوری ہے ○

اولیاء اللہ کا تعارف: ☆☆ (آیت: ۶۲-۶۴) اولیا اللہ وہ ہیں جن کے دلوں میں ایمان و یقین ہو جن کا ظاہر تقویٰ اور پرہیزگاری میں ڈوبا ہوا ہو جتنا تقویٰ ہوگا اتنی ہی ولایت ہوگی۔ ایسے لوگ محض نڈر اور بے خوف ہیں۔ قیامت کے دن کی وحشت ان سے دور ہے نہ وہ کبھی غم و رنج سے آشنا ہوں گے۔ دنیا میں جو چھوٹ جائے اس پر انہیں حسرت و افسوس نہیں ہوتا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور بھی بہت سے سلف صالحین فرماتے ہیں کہ اولیا اللہ وہ ہیں جن کا چہرہ دیکھنے سے اللہ یاد آ جائے۔ بزار کی مرفوع حدیث میں بھی یہ آیا ہے۔ وہ حدیث مرسلاً بھی مروی ہے۔ ابن جریر میں ہے حضور فرماتے ہیں اللہ کے بعض بندے ایسے بھی ہیں جن پر انبیاء اور شہداء بھی رشک کریں گے۔ لوگوں نے پوچھا۔ حضور وہ کون ہیں؟ ہمیں بتائیے تاکہ ہم بھی ان سے محبت و الفت رکھیں۔ آپ نے فرمایا "یہ لوگ ہیں جو صرف اللہ کی وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں۔ مالی فائدے کی وجہ سے نہیں رشتے داری اور نسب کی بنا پر نہیں۔ صرف اللہ کے دین کی وجہ سے ان کے چہرے نورانی ہوں گے یہ نور کے منبروں پر ہوں گے۔ سب کو ڈر خوف ہوگا لیکن یہ بالکل بے خوف اور محض نڈر ہوں گے جب لوگ غمزدہ ہوں گے یہ بے غم ہوں گے"۔ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ یہی روایت منقطع سند سے ابوداؤد میں بھی ہے۔ واللہ اعلم۔

مسند احمد کی ایک مطول حدیث میں ہے کہ دور دراز کے رہنے والے خاندانوں اور برادریوں سے الگ شدہ لوگ جن میں کوئی رشتہ کنبہ قوم برادری نہیں وہ محض توحید و سنت کی وجہ سے اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے آپس میں ایک ہو گئے ہوں گے اور آپس میں میل ملاپ محبت مودت دوستی اور بھائی چارہ رکھتے ہوں گے دین میں سب ایک ہوں گے۔ ان کے لئے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نورانی منبر بچھا دے گا جن پر وہ عزت سے تشریف رکھیں گے۔ لوگ پریشان ہوں گے لیکن یہ بااطمینان ہوں گے۔ یہی ہیں وہ اللہ کے اولیا جن پر کوئی خوف غم نہیں۔

خوابوں کے بارے میں: ☆☆ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بشارتوں کی تفسیر بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ نیک خواب ہیں جنہیں مسلمان دیکھے یا اس کے لئے دکھائے جائیں۔ حضرت ابوالدرداءؓ سے جب اس کا سوال ہوا تو آپؓ نے فرمایا تم نے آج مجھ سے وہ بات پوچھی جو تم سے پہلے کسی نے نہیں پوچھی سوائے اس شخص کے جس نے یہی سوال حضورؐ سے کیا اور آپؐ نے وہ جواب دیا (جو اوپر مذکور ہوا) اور روایت میں ہے کہ حضرت عبادہ بن صامتؓ نے یہ سوال آپؐ سے کیا تھا اور آپؐ نے اس جواب کے دینے سے پہلے انہیں فرمایا تھا کہ تجھ سے پہلے میرے کسی امتی نے مجھ سے یہ سوال نہیں کیا۔ خود انہی صحابیؓ سے جب سائل نے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو آپ نے بھی یہ فرما کر پھر تفسیر مرفوع حدیث سے بیان فرمائی۔ اور روایت میں ہے حضرت عبادہؓ نے سوال کیا کہ آخرت کی بشارت تو جنت ہے دنیا کی بشارت کیا ہے۔ فرمایا نیک خواب جسے بندہ دیکھے یا اس کے لئے اوروں کو دکھائے جائیں۔ یہ نبوت کا چوالیسواں یا سترواں جز ہیں۔ حضرت ابوذرؓ نے آپؐ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ انسان نیکیاں کرتا ہے پھر لوگوں میں اس کی تعریف ہوتی ہے؟ آپؐ نے فرمایا یہی دنیوی بشارت

ہے۔ (مسلم) فرماتے ہیں کہ دنیا کی بشارت نیک خواب ہیں جن سے مومن کو خوشخبری سنائی جاتی ہے۔ یہ نبوت کا انچاسواں حصہ ہے۔ اس کے دیکھنے والے کو اسے بیان کرنا چاہئے اور جو اس کے سوا دیکھے وہ شیطانی خواب ہیں تاکہ اسے غم زدہ کر دے۔ چاہئے کہ ایسے موقعہ پر تین دفعہ بائیں جانب تھتکار دے۔ اللہ کی بڑائی بیان کرے اور کسی سے اس خواب کو بیان نہ کرے۔ (مسند احمد) اور روایت میں ہے کہ نیک خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔ اور حدیث میں ہے دنیوی بشارت نیک خواب اور اخروی بشارت جنت۔

ابن جریرؒ میں ہے حضورؐ فرماتے ہیں نبوت جاتی رہی خوشخبریاں رہ گئیں۔ بشریٰ کی یہی تفسیر ابن مسعودؓ ابو ہریرہؓ ابن عباسؓ مجاہدؒ عروہؒ ابن زبیرؒ یحییٰ بن ابی کثیرؒ ابراہیم نخعیؒ عطا بن ابی رباحؒ وغیرہ سلف صالحین سے مروی ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ مراد اس سے وہ خوشخبری ہے جو مومن کو اس کی موت کے وقت فرشتے دیتے ہیں جس کا ذکر آیت اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ الخ میں ہے کہ سچے پکے مومنوں کے پاس فرشتے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم خوف نہ کرو تم غم نہ کرو تمہیں ہم اس جنت کی خوشخبری سناتے ہیں جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا۔ ہم دنیا و آخرت میں تمہارے کارساز و ولی ہیں۔ سنو تم جو چاہو گے جنت میں پاؤ گے جو مانگو گے ملے گا۔ تم تو غفور و رحیم اللہ کے خاص مہمان بنو گے۔"

حضرت براء رضی اللہ عنہ کی مطول حدیث میں ہے کہ مومن کی موت کے وقت نورانی سفید چہرے والے پاک صاف اجلے سفید کپڑوں والے فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے پاک روح چل کشادگی راحت تروتازگی خوشبو اور بھلائی کی طرف چل۔ تیرے اس پالنہار کی طرف جو تجھ سے کبھی خفا نہیں ہونے کا۔ پس اس کی روح اس بشارت کو سن کر اس کے منہ سے اتنی آسانی اور شوق سے نکلتی ہے جیسے مشک کے منہ سے پانی کا کوئی قطرہ چھو جائے۔ اور آخرت کی بشارت کا ذکر آیت لَا یَحْزُنُھُمُ الْفَزَعُ الْاَکْبَرُ الخ میں ہے یعنی انہیں اس دن کی زبردست پریشانی بالکل ہی نہ گھبرائے گی۔ ادھر ادھر سے ان کے پاس فرشتے آئے ہوں گے اور کہتے ہوں گے کہ اسی دن کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا تھا۔ ایک آیت میں ہے یَوْمَ تَرَی الْمُؤْمِنِیْنَ الخ جس دن تو مومن مردوں عورتوں کو دیکھے گا کہ ان کا نور ان کے آگے آگے اور دائیں طرف چل رہا ہوگا۔ لو تم خوشخبری سن لو کہ آج تمہیں وہ جنتیں ملیں گی جن کے نیچے نہریں لہریں لے رہی ہیں۔ جہاں کی رہائش ہمیشہ کی ہوگی۔ یہی زبردست کامیابی ہے۔ اللہ کا وعدہ غلط نہیں ہوتا۔ وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ اس نے جو فرما دیا سچ ہے ثابت ہے اٹل ہے یقینی اور ضروری ہے۔ یہ ہے پوری مقصد آوری یہ ہے زبردست کامیابی یہ ہے مراد کا ملنا اور یہ ہے گود کا بھرنا۔

وَلَا یَحْزُنْكَ قَوْلُھُمْ ۘ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا ؕ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۶۵﴾ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ ؕ وَمَا یَتَّبِعُ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ ھُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ ﴿۶۶﴾ ھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَالنَّھَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۷﴾

ان کی باتوں سے تو ہرگز رنجیدہ نہ ہونا عزت تو سب کی سب اللہ ہی کی ہے۔ وہ ہے ہی سنتا جانتا ○ سن رکھو آسمانوں میں اور زمین میں جو ہے سب اللہ کا ہے اللہ کے سوا اور شریکوں کو جو پکارتے ہیں وہ پیروی نہیں کرتے وہ تو صرف وہم کی پیروی کرتے ہیں اور وہ محض اٹکل باندھتے ہیں ○ وہ اللہ ہے جس نے تمہارے آرام

کے لئے رات بنادی ہے اور دن کو روشن دکھانے والا بنایا ہے' جو لوگ سنتے ہیں' ان کے لئے تو اس میں بڑی بڑی نشانیاں ہیں ○

عزت صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے ہے: ☆☆ (آیت: ۶۵-۶۷) ان مشرکوں کی باتوں کا کوئی رنج و غم نہ کر- اللہ تعالیٰ سے ان پر مدد طلب کر- اسی پر بھروسہ رکھ' ساری عزتیں اسی کے ہاتھ ہیں' وہ اپنے رسول کو اور مومنوں کو عزت دے گا- وہ بندوں کی باتوں کو خوب سنتا ہے- وہ ان کی حالتوں سے پورا خبردار ہے- آسمان و زمین کا وہی مالک ہے- اس کے سوا جن جن کو تم پوجتے ہو' ان میں سے کوئی کسی چیز کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتا- کوئی نفع نقصان ان کے بس کا نہیں- پھر ان کی عبادت بھی محض بے دلیل ہے- صرف گمان' اٹکل' جھوٹ اور افترا ہے- حرکت' رنج و تعب' تکلیف اور کام کاج سے راحت و آرام' سکون و اطمینان حاصل کرنے کے لئے اللہ نے رات بنا دی ہے- دن کو اس نے روشن اور اجالے والا بنا دیا ہے تاکہ تم اس میں کام کاج کرو' معاش اور روزی کی فکر' سفر' تجارت' کاروبار کر سکو- ان دلیلوں میں بہت کچھ عبرت ہے لیکن اس سے فائدہ وہی اٹھاتے ہیں جو ان آیتوں کو دیکھ کر ان کے خالق کی عظمت و جبروت کا تصور باندھتے ہیں- اس خالق و مالک کی قدر و عزت کرتے ہیں-

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ الْغَنِيُّ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍۭ بِهٰذَا ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ ع ۷ ۱۰ ۱۲

کہتے ہیں کہ اللہ کی بھی اولاد ہے- وہ پاک ہے' وہ بے نیاز ہے' آسمانوں میں زمین میں جو بھی ہے' اسی کا ہے' تمہارے پاس اس کی کوئی بھی دلیل نہیں' اللہ پر کیوں وہ کہتے ہو جو نہیں جانتے ○ کہہ دے کہ اللہ پر جھوٹ افترا جو باندھتے ہیں' وہ چھٹکارے سے محروم رہ جاتے ہیں ○ دنیا میں تو یونہی سا فائدہ اور بات ہے- پھر ان سب کا لوٹنا تو ہماری طرف ہی ہے' پھر تو ہم بھی انہیں ان کے کفر کے بدلے سخت عذاب چکھائیں گے ○

ساری مخلوق صرف اس کی ملکیت ہے: ☆☆ (آیت: ۶۸-۷۰) جو لوگ اللہ کی اولاد مانتے تھے' ان کے عقیدے کا بطلان بیان ہو رہا ہے کہ اللہ اس سے پاک ہے' وہ سب سے بے نیاز ہے' سب اس کے محتاج ہیں' زمین و آسمان کی ساری مخلوق اس کی ملکیت ہے' اس کی غلام ہے- پھر ان میں سے کوئی اس کی اولاد کیسے ہو جائے؟ تمہارے اس جھوٹ اور بہتان کی خود تمہارے پاس بھی کوئی دلیل نہیں- تم تو اللہ پر بھی اپنی جہالت سے باتیں بنانے لگے- تمہارے اس کلمے سے تو ممکن ہے کہ آسمان پھٹ جائیں' زمین شق ہو جائے' پہاڑ ٹوٹ جائیں کہ تم اللہ رحمان کی اولاد ثابت کرنے بیٹھے ہو؟ بھلا اس کی اولاد کیسے ہو گی؟ اسے تو یہ لائق نہیں-

زمین و آسمان کی ہر چیز اس کی غلامی میں حاضر ہونے والی ہے- سب اس کے شمار میں ہیں- سب کی گنتی اس کے پاس ہے- ہر ایک تنہا تنہا اس کے سامنے پیش ہونے والا ہے- یہ افترا پرداز گروہ ہر کامیابی سے محروم ہے- دنیا میں انہیں کچھ مل جائے تو وہ عذاب کا پیش خیمہ اور سزاؤں کی زیادتی کا باعث ہے- آخر ایک وقت آئے گا جب عذاب میں گرفتار ہو جائیں گے- سب کا لوٹنا اور سب کا اصلی ٹھکانا تو ہمارے ہاں ہے- یہ کہتے تھے اللہ کا بیٹا ہے- ان کے اس کفر کا ہم اس وقت ان کو بدلہ چکھائیں گے جو نہایت سخت اور بہت بدترین ہو گا-

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۷۱﴾ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۷۲﴾

انہیں نوح کا احوال بھی سنا جب کہ اس نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو! اگر تم پر میرا رہنا سہنا اور اللہ کی باتوں سے نصیحت کرنا گراں گزرتا ہو تو سنو- میرا بھروسہ تو اللہ کی ذات پر ہے- تم سب مل کر اپنے شریکوں کو بھی لے کر اپنا مضبوط ارادہ مقرر کر لو اور دیکھو تمہارے کام میں کوئی کسر باقی نہ رہ جائے- پھر میرے ساتھ جو کرنا ہے' کر گزرو اور مجھے مطلقاً مہلت نہ دو O اگر تم نے منہ پھیر لیا تو میں کسی بدلے کا تو تم سے خواہاں نہیں ہوں' میرا اجر تو میرے اللہ پر ہے- مجھے یہی فرمایا گیا ہے کہ میں مسلمانوں میں رہوں O

نوح علیہ السلام کی قوم کا کردار: ☆☆ (آیت: ۷۱-۷۲) اے رسول ﷺ تو انہیں حضرت نوح علیہ السلام کے واقعہ کی خبر دے کہ ان کا اور ان کی قوم کا کیا حشر ہوا؟ جس طرح کفار مکہ تجھے جھٹلاتے اور ستاتے ہیں' قوم نوح نے بھی یہی وطیرہ اختیار کر رکھا تھا- بالآخر سب کے سب غرق کر دیئے گئے' سارے کافر دریا برد ہو گئے- پس انہیں بھی خبردار رہنا چاہئے اور میری پکڑ سے بے خوف نہ ہونا چاہئے- اس کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں- حضرت نوح علیہ السلام نے ایک مرتبہ ان سے صاف فرما دیا کہ اگر تم پر یہ گراں گزرتا ہے کہ میں تم میں رہتا ہوں اور تمہیں اللہ کی باتیں سنا رہا ہوں' تم اس سے چڑتے ہو اور مجھے نقصان پہنچانے کے درپے ہو تو سنو میں صاف کہتا ہوں کہ میں تم سے نڈر ہوں- مجھے تمہاری کوئی پرواہ نہیں- میں تمہیں کوئی چیز نہیں سمجھتا- میں تم سے مطلقاً نہیں ڈرتا- تم سے جو ہو سکے کر لو' میرا جو بگاڑ سکو بگاڑ لو- تم اپنے ساتھ اپنے شریکوں اور اپنے جھوٹے معبودوں کو بھی بلا لو اور مل جل کر مشورے کر کے بات کھول کر پوری قوت کے ساتھ مجھ پر حملہ کرو' تمہیں قسم ہے جو میرا بگاڑ سکتے ہو' اس میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھو' مجھے بالکل مہلت نہ دو' اچانک گھیر لو' میں بالکل بے خوف ہوں' اس لئے کہ تمہاری روش کو میں باطل جانتا ہوں- میں حق پر ہوں' حق کا ساتھی اللہ ہوتا ہے' میرا بھروسہ اسی کی عظیم الشان ذات پر ہے' مجھے اسکی قدرت کی بڑائی معلوم ہے- یہی حضرت ہودؑ نے فرمایا تھا کہ اللہ کے سوا جس جس کی بھی تم پوجا کر رہے ہو' میں تم سے اور ان سے بالکل بری ہوں' خوب کان کھول کر سن لو اللہ بھی سن رہا ہے' تم سب مل کر میرے خلاف کوشش کر لو' میں تو تم سے مہلت بھی نہیں مانگتا- میرا بھروسہ اپنے اور تمہارے حقیقی مربی پر ہے-

حضرت نوح علیہ السلام فرماتے ہیں' اگر تم اب بھی مجھے جھٹلاؤ' میری اطاعت سے منہ پھیر لو تو میرا اجر ضائع نہیں جائے گا- کیونکہ میرا اجر دینے والا میرا مربی ہے' مجھے تم سے کچھ نہیں لینا- میری خیر خواہی' میری تبلیغ کسی معاوضے کی بنا پر نہیں' مجھے تو جو اللہ کا حکم ہے' میں اس کی بجا آوری میں لگا ہوا ہوں' مجھے اسکی طرف سے مسلمان ہونے کا حکم دیا گیا ہے سو الحمد للہ میں مسلمان ہوں- اللہ کا پورا فرماں بردار ہوں- تمام نبیوں کا دین اول سے آخر تک صرف اسلام ہی رہا ہے- گو احکام میں قدرے اختلاف رہا ہو-

جیسے فرمان ہے' ہر ایک کے لئے راہ اور طریقہ ہے- دیکھئے یہ نوح علیہ السلام جو اپنے آپ کو مسلم بتاتے ہیں' یہ ہیں ابراہیم علیہ السلام جو اپنے آپ کو مسلم بتاتے ہیں- اللہ ان سے فرماتا ہے اسلام لا- وہ جواب دیتے ہیں' رب العلمین کے لئے میں اسلام لایا- اسی کی وصیت آپ اور حضرت یعقوب علیہ السلام اپنی اولاد کو کرتے ہیں کہ بچو اللہ نے تمہارے لئے اسی دین کو پسند فرمالیا ہے- خبردار یاد رکھنا' مسلم ہونے کی حالت میں ہی موت آئے- حضرت یوسف علیہ السلام اپنی دعا میں فرماتے ہیں- خدایا مجھے اسلام کی حالت میں موت دینا- موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے فرماتے ہیں کہ اگر تم مسلمان ہو تو اللہ پر توکل کرو- آپ کے ہاتھ پر ایمان قبول کرنے والے جادوگر اللہ سے دعا کرتے ہوئے کہتے ہیں' تو ہمیں مسلمان اٹھانا- بلقیس کہتی ہیں' میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاتھ پر مسلمان ہوتی ہوں- قرآن فرماتا ہے کہ تورات کے مطابق وہ انبیاء حکم فرماتے ہیں جو مسلمان ہیں- حواری حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہتے ہیں' آپ گواہ رہئے' ہم مسلمان ہیں- خاتم الرسل سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے شروع کی دعا کے آخر میں فرماتے ہیں- میں اول مسلمان ہوں یعنی اس امت میں- ایک حدیث میں ہے' حضور ﷺ فرماتے ہیں' ہم انبیاء ایسے ہیں جیسے ایک باپ کی اولاد- دین ایک اور بعض بعض احکام جداگانہ- پس توحید میں سب یکساں ہیں گو فروعی احکام میں علیحدگی ہو- جیسے وہ بھائی جن کا باپ ایک ہو' مائیں جدا جدا ہوں-

فَكَذَّبُوهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۷۳﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۷۴﴾

لیکن پھر بھی انہوں نے اسے جھٹلایا- آخرش ہم نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو کشتی میں بٹھا کر نجات دیدی اور ہم نے انہیں جانشین کر دیا اور ان سب کو ڈبو دیا جو ہماری آیتوں کو جھٹلا رہے تھے' تو آپ دیکھ لے کہ جنہیں ڈرایا گیا تھا' ان کا انجام کیسا کچھ ہوا؟ ○ نوحؑ کے بعد بھی ہم نے پیغمبروں کو ان کی قوموں کی طرف بھیجا- وہ ان کے پاس دلیلیں لے کر پہنچے مگر جس چیز کو وہ پہلے سے جھٹلا چکے تھے' اس پر ایمان لانے کے لئے وہ تیار نہ ہوئے' حد سے نکل جانے والوں پر ہم اسی طرح مہر لگا دیتے ہیں ○

(آیت:۷۳) پھر فرماتا ہے' قوم نوح نے نوح نبیؑ کو نہ مانا بلکہ انہیں جھوٹا کہا- آخر ہم نے انہیں غرق کر دیا- نوح نبی علیہ السلام کو مع ایمانداروں کے اس بدترین عذاب سے ہم نے صاف بچا لیا- کشتی میں سوار کر کے انہیں طوفان سے محفوظ رکھ لیا- وہی وہ زمین پر باقی رہے' پس ہماری اس قدرت کو دیکھ لے کہ کس طرح ظالموں کا نام ونشان مٹا دیا اور کس طرح مومنوں کو بچا لیا-

سلسلہ رسالتؑ کا تذکرہ: ☆☆ (آیت:۷۴) حضرت نوح علیہ السلام کے بعد بھی رسولوں کا سلسلہ جاری رہا- ہر رسول اپنی قوم کی طرف اللہ کا پیغام اور اپنی سچائی کی دلیلیں لے کر آتا رہا- لیکن عموماً ان سب کے ساتھ بھی لوگوں کی وہی پرانی روش رہی- یعنی ان کی سچائی کو تسلیم نہ کیا جیسے آیت وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ الخ میں ہے- پس جس طرح ان کے حد سے بڑھ جانے کی وجہ سے دلوں پر مہر لگ گئی' اسی طرح ان جیسے تمام لوگوں کے دل مہر زدہ ہو جاتے ہیں اور عذاب دیکھ لینے سے پہلے انہیں ایمان نصیب نہیں ہوتا- یعنی نبیوں اور ان کے تابعداروں

کو بچالینا اور مخالفین کو ہلاک کرنا۔ حضرت نوح نبی علیہ السلام کے بعد سے برابر یہی ہوتا رہا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے میں بھی انسان زمین پر آباد تھے۔ جب ان میں بت پرستی شروع ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت نوح علیہ السلام کو ان میں بھیجا۔ یہی وجہ ہے کہ جب قیامت کے دن لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس سفارش کی درخواست لے کر جائیں گے تو کہیں گے کہ آپ پہلے رسول ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کی طرف مبعوث فرمایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان دس زمانے گزرے اور وہ سب اسلام میں ہی گزرے ہیں اسی لئے فرمان الٰہی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد کے آنے والے ہم نے ان کی بدکرداریوں کے باعث ہلاک کر دیا۔ مقصود یہ کہ ان باتوں کو سن کر مشرکین عرب ہوشیار ہوجائیں کیونکہ وہ سب سے افضل و اعلیٰ نبی کو جھٹلا رہے ہیں۔ پس جب کہ ان سے کم مرتبہ نبیوں اور رسولوں کے جھٹلانے پر ایسے دہشت افزا عذاب سابقہ لوگوں پر نازل ہو چکے ہیں تو اس سید المرسلین امام الانبیاء علیہ السلام کے جھٹلانے پر ان سے بھی بدترین عذاب ان پر نازل ہوں گے۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ۝۷۵ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۷۶ قَالَ مُوْسٰٓى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ۝۷۷ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِي الْاَرْضِ ؕ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ۝۷۸

ان کے بعد ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فرعون اور اس کی قوم کی طرف اپنی نشانیاں دے کر بھیجا۔ پس انہوں نے تکبر کیا۔ وہ سب تھے ہی گنہگار لوگ ○ ان کے پاس جب ہماری طرف سے حق آ پہنچا تو کہنے لگے کہ یہ تو صریح جادو ہے ○ موسیٰ نے کہا اس سچی بات کو جب کہ وہ تمہارے پاس آ چکی تم یوں کہہ رہے ہو؟ کیا یہ جادو ہے؟ سنو جادوگر کامیاب نہیں ہوتے ○ وہ کہنے لگے کہ کیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ ہمیں اس دین سے پھیر دے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے؟ اور تم دونوں کی ہی سرداری اس ملک میں ہوجائے؟ ہم تو تمہاری مان کر دینے کے نہیں ○

(آیت: ۷۵-۷۸) ان نبیوں کے بعد ہم نے موسیٰؑ اور ہارونؑ کو فرعون اور اس کی قوم کے پاس بھیجا۔ اپنی دلیلیں اور حجتیں عطا فرما کر بھیجا۔ لیکن آل فرعون نے بھی اتباع حق سے تکبر کیا اور تھے بھی پکے مجرم اور قسمیں کھا کر کہا کہ یہ تو صریح جادو ہے۔ حالانکہ دل قائل تھے کہ یہ حق ہے لیکن صرف اپنی بڑھی چڑھی خودرائی اور ظلم کی عادت سے مجبور تھے۔ اس پر موسیٰ علیہ السلام نے سمجھایا کہ اللہ کے سچے دین کو جادو کہہ کر کیوں اپنی ہلاکت کو بلا رہے ہو؟ کہیں جادوگر بھی کامیاب ہوتے ہیں؟ ان پر اس نصیحت نے بھی الٹا اثر کیا اور دو اعتراض اور جڑ دیئے کہ تم تو ہمیں اپنے باپ دادا کی روش سے ہٹا رہے ہو اور اس سے نیت تمہاری یہی ہے کہ اس ملک کے مالک بن جاؤ۔ سو بکتے رہو۔ ہم تو تمہاری ماننے کے نہیں۔ اس قصے کو قرآن کریم میں بار بار دہرایا گیا ہے۔ اس لئے کہ یہ عجیب و غریب قصہ ہے۔ فرعون موسیٰ سے بہت ڈرتا بچتا رہا۔ لیکن قدرت نے حضرت موسیٰؑ کو اسی کے ہاں پلوایا اور شہزادوں کی طرح عزت کے گہوارے میں جھلایا۔ جب جوانی کی عمر کو پہنچے تو ایک ایسا سبب کھڑا کر دیا کہ یہاں سے آپ چلے گئے۔ پھر جناب باری نے ان سے خود کلام کیا۔ نبوت و رسالت دی اور اسی کے ہاں پھر بھیجا۔ فقط

ایک ہارون علیہ السلام کو ساتھ دے کر آپ نے یہاں آ کے اس عظیم الشان سلطان کے رعب و دبدبے کی کوئی پرواہ نہ کر کے اسے دین حق کی دعوت دی۔ اس سرکش نے اس پر بہت برا منایا اور کمینہ پن پر اتر آیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے دونوں رسولوں کی خود ہی حفاظت کی۔ وہ وہ معجزات اپنے نبی کے ہاتھوں ظاہر کئے کہ ان کے دل ان کی نبوت مان گئے۔ لیکن تاہم ان کا نفس ایمان پر آمادہ نہ ہوا اور یہ اپنے کفر سے ذرا بھی ادھر ادھر نہ ہوئے۔ آخر عذاب اللہ آ ہی گیا۔ اور ان کی جڑیں کاٹ دی گئیں۔ فالحمدللہ۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُونِي بِكُلِّ سَاحِرٍ عَلِيمٍ ﴿٧٩﴾ فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُم مُّوسَىٰ أَلْقُوا مَا أَنتُم مُّلْقُونَ ﴿٨٠﴾ فَلَمَّا أَلْقَوْا قَالَ مُوسَىٰ مَا جِئْتُم بِهِ السِّحْرُ ۖ إِنَّ اللَّهَ سَيُبْطِلُهُ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِينَ ﴿٨١﴾ وَيُحِقُّ اللَّهُ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ﴿٨٢﴾

فرعون کہنے لگا کہ میرے پاس ہر ایک دانا جادوگر کو لے آؤ ○ جب جادوگر جمع ہو گئے تو موسیٰ نے کہا کہ تمہیں جو کچھ ڈالنا ہے ڈال دو ○ جب انہوں نے ڈال دیا تو موسیٰ نے کہا' یہ جو کچھ تم لائے ہو یہ تو جادو ہے' اسے تو اللہ تعالیٰ ابھی درہم برہم کر دے گا۔ ایسے مفسدوں کا کام اللہ تعالیٰ سنوارتا نہیں ○ وہ تو حق کو اپنے فرمان سے ثابت کر دکھائے گا گو گنہگار اسے ناپسند کرتے ہیں ○

موسیٰ علیہ السلام بمقابلہ فرعونی ساحرین: ☆☆ (آیت: ۷۹-۸۲) سورہ اعراف' سورہ طٰہٰ' سورہ شعرا اور اس سورت میں بھی فرعونی جادوگروں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ بیان فرمایا گیا ہے۔ ہم نے اس پورے واقعہ کی تفصیل سورۂ اعراف کی تفسیر میں لکھدی ہے۔ فرعون نے جادوگروں اور شعبدہ بازوں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے کا مقابلہ کرنے کی ٹھان لی۔ اس کے لئے انتظامات کئے۔ قدرت نے بھرے میدان میں اسے شکست فاش دی اور خود جادوگر حق کو مان گئے۔ وہ سجدے میں گر کر اللہ پر اور اس کے دونوں نبیوں پر وہیں ایمان لائے اور اپنے ایمان کا غیر مشتبہ الفاظ میں سب کے سامنے فرعون کی موجودگی میں اعلان کر دیا۔ اس وقت فرعون کا منہ کالا ہو گیا اور اللہ کے دین کا بول بالا ہوا۔ اس نے اپنی سپاہ اور جادوگروں کے جمع کرنے کا حکم دیا۔ یہ آئے۔ صفیں باندھ کر کھڑے ہوئے۔ فرعون نے ان کی کمر ٹھونکی۔ انعام کے وعدے دیئے' انہوں نے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ بولو اب ہم پہلے اپنا کرتب دکھائیں یا تم پہل کرتے ہو۔ آپ نے اسی بات کو بہتر سمجھا کہ ان کے دل کی بھڑاس پہلے نکل جائے۔ لوگ ان کے تماشے اور باطل کے ہتھکنڈے پہلے دیکھ لیں۔ پھر حق آئے اور باطل کا صفایا کر جائے' یہ اچھا اثر ڈالے گا' اس لئے آپ نے انہیں فرمایا کہ تمہیں جو کچھ کرنا ہے' شروع کر دو۔ انہوں نے لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر کے انہیں ہیبت زدہ کرنے کا زبردست مظاہرہ کیا۔ جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں بھی خطرہ پیدا ہو گیا۔ فوراً اللہ کی طرف سے وحی اتری کہ خبردار ڈرنا مت۔ اپنے دائیں ہاتھ کی لکڑی زمین پر ڈال دے۔ وہ ان کے سب ڈھکوسلے صاف کر دے گی۔ یہ جادو کے مکر کی صفت ہے۔ اس میں اصلیت کہاں۔ انہیں اوج و فلاح کیسے نصیب ہو؟ اب حضرت موسیٰ علیہ السلام سنبھل گئے اور زور دے کر پیشگوئی کی کہ تم تو یہ سب جادو کے کھلونے بنا لائے ہو۔ دیکھنا اللہ تعالیٰ انہیں ابھی درہم برہم کر دے گا۔ تم فسادیوں کے اعمال دیرپا ہو ہی نہیں سکتے۔ حضرت لیث بن ابی سلیمؒ فرماتے ہیں' مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ان آیتوں میں اللہ کے حکم سے جادو کی شفا ہے۔ ایک برتن میں پانی لے کر اس پر یہ آیتیں

پڑھ کردم کردی جائیں اور جس پر جادو کردیا گیا ہو اس کے سر پر وہ پانی بہا دیا جائے فَلَمَّآ اَلْقَوْا سے کَرِہَ الْمُجْرِمُوْنَ تک یہ آیتیں اور آیت فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ سے چار آیتوں تک اور آیت اِنَّمَا صَنَعُوْا کَیْدُ سٰحِرٍ وَلَا یُفْلِحُ السَّاحِرُ حَیْثُ اَتٰی (ابن ابی حاتم)۔

فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ۭ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۸۳﴾

پس فرعون کی قوم کی کچھ اولاد کے سوا موسیٰ پر کوئی بھی ایمان نہ لایا۔ فرعون اور اپنی قوم کے ڈر کی وجہ کہ کہیں وہ انہیں تکلیف نہ پہنچائے اس ملک میں فرعون تھا بھی سرکش' اور تھا بھی وہ انصاف کی حد سے گزر جانے والوں میں ○

بزدلی ایمان کے درمیان دیوار بن گئی: ☆☆ (آیت:۸۳) ان زبردست روشن دلیلوں اور معجزوں کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بہت کم فرعونی ایمان لا سکے۔ کیونکہ ان کے دل میں فرعون کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ یہ خبیث رعب دبدبے والا بھی تھا اور ترقی پر بھی تھا۔ حق ظاہر ہو گیا تھا لیکن کسی کو اس کی مخالفت کی جرأت نہیں تھی۔ ہر ایک کو خوف تھا کہ اگر آج میں ایمان لے آیا تو کل اس کی سخت سزاؤں سے مجبور ہو کر دین حق چھوڑنا پڑے گا۔ پس بہت کم ایسے جانباز موحد نکلے جنہوں نے اس کی سلطنت اور سزا کی کوئی پرواہ نہ کی اور حق کے سامنے سر جھکا دیا۔ ان میں خصوصیت سے قابل ذکر فرعون کی بیوی تھی۔ اس کی آل کا ایک اور شخص تھا ایک جو فرعون کا خزانچی تھا۔ اس کی بیوی تھی وغیرہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد اس سے حضرت موسیٰ پر بنی اسرائیل کی تھوڑی سی تعداد کا ایمان لانا ہے۔ یہ بھی مروی ہے کہ ذریت سے مراد قلیل ہے یعنی بہت کم لوگ۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اولاد ہی مراد ہے۔ یعنی جب حضرت موسیٰؑ نبی بن کر آئے' اس وقت جو لوگ تھے' ان کی موت کے بعد ان کی اولاد میں سے کچھ لوگ ایمان لائے۔ امام ابن جریرؒ تو قول مجاہدؒ کو پسند فرماتے ہیں کہ قَوْمِهٖ میں ضمیر کا مرجع حضرت موسیٰؑ ہیں کیونکہ یہی نام اس سے قریب ہے۔ لیکن یہ محل نظر ہے کیونکہ ذریت کے لفظ کا تقاضا جوان اور کم عمر لوگ ہیں اور بنو اسرائیل تو سب کے سب مومن تھے جیسا کہ مشہور ہے۔ یہ تو حضرت موسیٰؑ کے آنے کی خوشیاں منا رہے تھے۔ ان کی کتابوں میں تو موجود تھا کہ اس طرح نبی اللہ آئیں گے اور ان کے ہاتھوں انہیں فرعون کی غلامی کی ذلت سے نجات ملے گی۔ ان کی کتابوں کی یہی بات تو فرعون کے ہوش و حواس گم کئے ہوئی تھی جس کی وجہ سے اس نے حضرت موسیٰ کی دشمنی پر کمر کس لی تھی اور آپ کی نبوت کے ظاہر ہونے سے پہلے اور آپ کے آنے سے پہلے اور آپ کے آ جانے کے بعد ہم تو اس کے ہاتھوں بہت ہی تنگ کئے گئے ہیں۔ آپ نے انہیں تسلی دی کہ جلدی نہ کرو۔ اللہ تمہارے دشمن کا ناس کرے گا۔ تمہیں ملک کا مالک بنائے گا۔ پھر دیکھے گا کہ تم کیا کرتے ہو؟ پس یہ تو سمجھ میں نہیں آتا کہ اس آیت سے مراد قوم موسیٰ کی نئی نسل ہو۔ اور یہ کہ بنو اسرائیل میں سے سوائے قارون کے اور کوئی دین کا چھوڑنے والا ایسا نہ تھا جس کے فتنے میں پڑ جانے کا خوف ہو۔ قارون گو قوم موسیٰ میں سے تھا لیکن وہ باغی تھا۔ فرعون کا دوست تھا۔ اس کے حاشیہ نشینوں میں تھا' اس سے گہرے تعلق رکھتا تھا۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ ملھم میں ضمیر فرعون کی طرف عائد ہے اور بطور اس کی تابعداری کرنے والوں کی زیادتی کے ضمیر جمع کی لائی گئی ہے۔ یا یہ کہ فرعون سے پہلے لفظ ال جو مضاف تھا' محذوف کر دیا گیا ہے۔ اور مضاف الیہ اس کے قائم مقام رکھ دیا ہے۔ ان کا قول بھی بہت دور کا ہے۔ گو امام ابن

جریرؒ نے بعض نحویوں سے بھی ان دونوں اقوال کی حکایت کی ہے اور اس سے اگلی آیت جو آ رہی ہے وہ بھی دلالت کرتی ہے کہ بنی اسرائیل سب مومن تھے۔

وَقَالَ مُوسٰى يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾

موسیٰ نے کہا' میری قوم کے لوگو! اگر تمہارا اللہ پر ایمان ہے اور تم سچے حکم بردار ہو تو تم اسی پر پورا بھروسہ بھی کرو○ انہوں نے جواب دیا کہ ہمارا بھروسہ اللہ ہی پر ہے' اے ہمارے پروردگار تو ہمیں ظالم لوگوں کے لئے فتنہ نہ بنا○ اور ہمیں اپنی رحمت سے اس کافر قوم سے نجات عطا فرما○

اللہ پہ مکمل بھروسہ ایمان کی روح ہے: ☆☆ (آیت: ۸۴-۸۶) حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم بنی اسرائیل سے فرماتے ہیں کہ اگر تم مومن مسلمان ہو تو اللہ پر بھروسہ رکھو۔ جو اس پر بھروسہ کرے' وہ اسے کافی ہے عبادت و توکل دونوں ہم پلہ چیزیں ہیں۔ فرمان اللہ ہے فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ اسی کی عبادت کر اور اسی پر بھروسہ رکھ۔ ایک اور آیت میں اپنے نبی ﷺ کو ارشاد فرماتا ہے۔ کہہ دے کہ اِلٰہِ رحمان پر ہم ایمان لائے اور اسی کی ذات پاک پر ہم نے توکل کیا۔ فرماتا ہے۔ مشرق و مغرب کا رب جو عبادت کے لائق معبود ہے' جس کے سوا پرستش کے لائق اور کوئی نہیں۔ تو اسی کو اپنا وکیل و کارساز بنالے۔ تمام ایمانداروں کو جو سورت پانچوں نمازوں میں تلاوت کرنے کا حکم ہوا' اس میں بھی ان کی زبانی اقرار کرایا گیا کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد طلب کرتے ہیں۔ بنو اسرائیل نے اپنے نبی علیہ السلام کا یہ حکم سن کر اطاعت کی اور جواباً عرض کیا کہ ''ہمارا بھروسہ اپنے رب پر ہی ہے۔ پروردگار تو ہمیں ظالموں کے لئے فتنہ نہ بنانا کہ وہ ہم پر غالب رہ کر یہ سمجھنے لگیں کہ اگر یہ حق پر ہوتے اور ہم باطل پر ہوتے تو ہم ان پر غالب کیسے رہ سکتے''؟ یہ مطلب بھی اس دعا کا بیان کیا گیا ہے کہ ''اللہ ہم پر ان کے ہاتھوں عذاب مسلط نہ کرانا' نہ اپنے پاس سے کوئی عذاب ہم پر نازل فرما کہ یہ لوگ کہنے لگیں کہ اگر بنی اسرائیل حق پر ہوتے تو ہماری سزائیں کیوں بھگتتے یا اللہ کے عذاب ان پر کیوں اترتے؟ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر یہ ہم پر غالب رہے تو ایسا نہ ہو کہ یہ کہیں ہمارے سچے دین سے ہمیں ہٹانے کے لئے کوششیں کریں اور اے پروردگار ان کافروں سے جنہوں نے حق سے انکار کر دیا ہے' حق' کو چھپالیا ہے تو ہمیں نجات دے۔ ہم تجھ پر ایمان لائے ہیں اور ہمارا بھروسہ صرف تیری ذات پاک پر ہے۔''

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۷﴾

ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کو وحی کی کہ اپنی قوم کے لئے مصر کے گھروں میں جگہ کرو اور اپنے گھر قبلہ بنالو اور نماز کو قائم رکھو اور تو ایمانداروں کو بشارت سنا دے○

قوم فرعون سے بنی اسرائیل کی نجات: ☆☆ (آیت: ۸۷) بنی اسرائیل کا فرعون اور فرعون کی قوم سے نجات پانا' اس کی کیفیت بیان ہو رہی ہے۔ دونوں نبیوں کو اللہ کی وحی ہوئی کہ ''اپنی قوم کے لئے مصر میں گھر بنالو۔ اور اپنے گھروں کو مسجدیں مقرر کر لو۔ اور خوف کے وقت گھروں میں ہی نماز ادا کر لیا کرو''۔ چنانچہ فرعون کی سختی بہت بڑھ گئی تھی۔ اس لئے انہیں کثرت سے نماز ادا کرنے کا حکم ہوا۔ یہی حکم اس امت کو ہے کہ ایماندار و صبر اور نماز سے مدد چاہو۔ حضور ﷺ کی عادت مبارک بھی یہی تھی کہ جب کوئی گھبراہٹ ہوتی فوراً نماز کے لئے

کھڑے ہو جاتے۔ یہاں بھی حکم ہوتا ہے کہ اپنے گھروں کو قبلہ بنالو اے نبی ﷺ ان مومنوں کو تم بشارت دو انہیں دار آخرت میں ثواب ملے گا اور دنیا میں ان کی تائید و نصرت ہوگی۔ اسرائیلیوں نے اپنے نبی سے کہا تھا کہ فرعونیوں کے سامنے ہم اپنی نماز اعلان سے نہیں پڑھ سکتے تو اللہ نے انہیں حکم دیا کہ اپنے گھر قبلہ رو ہو کر وہیں نماز ادا کر سکتے ہو۔ اپنے گھر آمنے سامنے بنانے کا حکم ہو گیا۔

وَقَالَ مُوسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّ اَمْوَالًا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۸۸﴾ قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾

موسیٰ نے دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار! تو نے فرعون کو اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی کی آرائش اور مال دے رکھا ہے۔ اے ہمارے رب یہ اس لئے کہ وہ تیری راہ سے بہکاتے پھریں اے پروردگار تو ان کے مالوں کو نیست و نابود کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے کہ وہ جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں ایمان نہ لائیں ○ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی۔ اب تم استقلال رکھو اور بے علموں کی راہ کے پیچھے ہرگز نہ لگو ○

فرعون کا تکبر اور موسیٰ علیہ السلام کی بددعا: ☆☆ (آیت: ۸۸-۸۹) جب فرعون اور فرعونیوں کا تکبر تجبر تعصب بڑھتا ہی گیا۔ ظلم و ستم بے رحمی اور جفا کاری انتہا کو پہنچ گئی تو اللہ کے صابر نبیوں نے ان کے لئے بددعا کی کہ یا اللہ تو نے انہیں اور دنیا کی زینت مال خوب خوب دیا اور تو بخوبی جانتا ہے کہ وہ تیرے حکم کے مطابق مال خرچ نہیں کرتے یہ صرف تیری طرف سے انہیں ڈھیل اور مہلت ہے۔ یہ مطلب تو ہے جب لِيَضِلُّوْا پڑھا جائے جو ایک قرات ہے اور جب لِيُضِلُّوْا پڑھیں تو مطلب یہ ہے کہ یہ اس لئے کہ وہ اوروں کو گمراہ کریں جن کی گمراہی تیری چاہت میں ہے۔ ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوگا کہ یہی لوگ اللہ کے محبوب ہیں ورنہ اتنی دولت مندی اور اس قدر عیش و عشرت انہیں کیوں نصیب ہوتا؟ اب ہماری دعا ہے کہ ان کے یہ مال تو غارت اور تباہ کر دے۔ چنانچہ ان کے تمام مال اسی طرح پتھر بن گئے۔ سونا چاندی ہی نہیں بلکہ کھیتیاں تک پتھر کی ہو گئیں۔ حضرت محمد بن کعب اس سورہ یونس کی تلاوت امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے کر رہے تھے۔ جب اس آیت تک پہنچے تو خلیفتہ المسلمین نے سوال کیا کہ یہ طمس کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا ان کے مال پتھر بنا دیئے گئے تھے۔ حضرت عمر نے اپنا صندوقچہ منگوا کر اس میں سے سفید چنا نکال کر دکھایا جو پتھر بن گیا تھا اور دعا کی کہ پروردگار ان کے دل سخت کر دے۔ ان پر مہر لگا دے کہ انہیں عذاب دیکھنے تک ایمان لانا نصیب نہ ہو۔ یہ بددعا صرف دینی حمیت اور دینی دل سوزی کی وجہ سے تھی۔ یہ غصہ اللہ اور اسکے دین کی خاطر تھا جب دیکھ لیا اور مایوسی کی حد آ گئی۔ حضرت نوح علیہ السلام کی دعا ہے کہ الٰہی زمین پر کسی کافر کو زندہ نہ چھوڑ ورنہ اوروں کو بھی بہکائیں گے اور جو نسل ان کی ہوگی وہ بھی انہی جیسی بے ایمان بدکار ہوگی۔ جناب باری نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون دونوں بھائیوں کی یہ دعا قبول فرمائی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا کرتے جاتے تھے اور حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہتے جاتے تھے۔ اسی وقت وحی آئی کہ ''تمہاری یہ دعا مقبول ہوگئی'' سے دلیل پکڑی گئی ہے کہ آمین کا کہنا بمنزلہ دعا کرنے کے ہے کیونکہ دعا کرنے والے صرف حضرت موسیٰ تھے۔ آمین کہنے والے حضرت ہارونؑ تھے لیکن اللہ نے دعا کی نسبت دونوں کی طرف کی۔ پس مقتدی کے آمین کہہ لینے سے گویا فاتحہ کا پڑھ لینے والا ہے۔ پس اب تم دونوں بھائی میرے حکم پر مضبوطی سے جم جاؤ۔ جو میں کہوں بجا لاؤ۔ اس دعا کے بعد فرعون چالیس ماہ زندہ رہا۔ کوئی کہتا ہے چالیس دن۔

وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَھُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا ۭ حَتّٰٓي اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَاۗءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝۹۰

ہم نے بنی اسرائیل کو دریا پار کر دیا۔ فرعون اپنے لشکروں سمیت ظلم و زیادتی سے ان کے پیچھے لگ گیا تھا۔ یہاں تک کہ جب اسے ڈوبنے کی مصیبت نے آ دبوچا تو کہنے لگا کہ میں ایمان لاتا ہوں کہ کوئی بھی لائق عبادت نہیں بجز اس اللہ کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں مسلمانوں میں شامل ہوتا ہوں ○

دریائے نیل' فرعون اور قوم بنی اسرائیل: ☆☆ (آیت: ۹۰) فرعون اور اس کے لشکریوں کے غرق ہونے کا واقعہ بیان ہو رہا ہے۔ بنی اسرائیل جب اپنے نبی کے ساتھ چھ لاکھ کی تعداد میں جو بال بچوں کے علاوہ تھی' مصر سے نکل کھڑے ہوئے اور فرعون کو یہ خبر پہنچی تو اس نے بڑا ہی تاؤ کھایا اور زبردست لشکر جمع کر کے اپنے تمام لوگوں کو لے کر ان کے پیچھے لگا۔ اس نے تمام لاؤ لشکر کو تمام سرداروں' فوجوں' رشتے کنبے کے تمام لوگوں اور کل ارکان سلطنت کو اپنے ساتھ لے لیا تھا۔ اپنے پورے ملک میں کسی صاحب حیثیت شخص کو باقی نہیں چھوڑا تھا۔ بنی اسرائیل جس راہ گئے تھے' اسی راہ یہ بھی نہایت تیزی سے جا رہا تھا۔ ٹھیک سورج چڑھے' اس نے انہیں اور انہوں نے اسے دیکھ لیا۔ بنی اسرائیل گھبرا گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے' لو اب پکڑ لئے گئے کیونکہ سامنے دریا تھا اور پیچھے لشکر فرعون۔ نہ آگے بڑھ سکتے تھے' نہ پیچھے ہٹ سکتے تھے' آگے بڑھتے تو ڈوبتے۔ پیچھے ہٹتے تو قتل ہوتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں تسکین دی اور فرمایا' میں اللہ کے بتائے ہوئے راستے سے تمہیں لئے جا رہا ہوں۔ میرا رب میرے ساتھ ہے۔ وہ مجھے کوئی نہ کوئی نجات کی راہ بتلا دے گا۔ تم بےفکر رہو۔ وہ سختی کو آسانی سے' تنگی کو فراخی سے بدلنے پر قادر ہے۔ اسی وقت وحی ربانی آئی کہ اپنی لکڑی دریا پر مار دے۔ آپ نے یہی کیا۔ اس وقت پانی پھٹ گیا' راستے دے دیئے اور پہاڑوں کی طرح پانی کھڑا ہو گیا۔ ان کے بارہ قبیلے تھے۔ بارہ راستے دریا میں بن گئے۔ تیز اور سوکھی ہوائیں چل پڑیں جس نے راستے خشک کر دیئے۔ اب نہ تو فرعونیوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہونے کا کھٹکا رہا' نہ پانی میں ڈوب جانے کا۔ ساتھ ہی قدرت نے پانی کی دیواروں میں طاق اور سوراخ بنا دیئے کہ ہر قبیلہ دوسرے قبیلہ کو بھی دیکھ سکے۔ تاکہ دل میں یہ خدشہ بھی نہ رہے کہ کہیں وہ ڈوب نہ گیا ہو۔ بنو اسرائیل ان راستوں سے جانے لگے اور دریا پار اتر گئے۔ انہیں پار ہوتے ہوئے فرعونی دیکھ رہے تھے۔ جب یہ سب کے سب اس کنارے پہنچ گئے' اب لشکر فرعون بڑھا اور سب کے سب دریا میں اتر گئے۔ ان کی تعداد کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ان کے پاس ایک لاکھ گھوڑے تو صرف سیاہ رنگ کے تھے۔ جو باقی رنگ کے تھے' ان کی تعداد کا خیال کر لیجئے۔ فرعون بڑا کائیاں تھا۔ دل سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صداقت جانتا تھا۔ اسے یہ رنگ دیکھ کر یقین ہو چکا تھا کہ یہ بھی بنی اسرائیل کی غیبی تائید ہوئی ہے۔ وہ چاہتا تھا کہ یہاں سے واپس لوٹ جائے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول ہو چکی تھی۔ قدرت کا قلم چل چکا تھا۔ اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام گھوڑے پر سوار آ گئے۔ ان کے جانور کے پیچھے فرعون کا گھوڑا لگ گیا۔ آپ نے اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ فرعون کا گھوڑا اسے گھسیٹتا ہوا دریا میں اتر گیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو آواز لگائی کہ بنی اسرائیل گزر گئے اور تم یہاں ٹھہر گئے' چلو ان کے پیچھے۔ اپنے گھوڑے بھی میری طرح دریا میں ڈال دو۔ اسی وقت ساتھیوں نے بھی اپنے گھوڑوں کو مہمیز کیا۔ حضرت میکائیل علیہ السلام اس گروہ کے پیچھے تھے تاکہ ان کے جانوروں کو ہنکائیں غرض بغیر ایک کے بھی باقی رہے سب دریا اتر گئے۔ جب یہ سب اندر پہنچ گئے اور ان کا سب سے آگے کا حصہ دوسرے کنارے کے قریب پہنچ چکا' اسی وقت جناب باری قادر و قیوم کا دریا کو حکم ہوا کہ اب مل جا اور ان کو ڈبو دے۔ پانی کے پتھر بنے ہوئے پہاڑ فوراً پانی ہو گئے اور اسی وقت یہ سب غوطے کھانے لگے اور فوراً ڈوب گئے۔ ان میں سے ایک بھی باقی نہ بچا۔ پانی کی موجوں نے انہیں اوپر تلے کر کے ان

کے جوڑ جوڑ الگ الگ کر دیئے فرعون جب موجوں میں پھنس گیا اور سکرات موت کا اسے مزہ آنے لگا تو کہنے لگا کہ میں لاشریک رب واحد پر ایمان لاتا ہوں۔ جس پر بنو اسرائیل ایمان لائے ہیں۔

آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنتَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ ﴿٩١﴾ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً ۚ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ آيَاتِنَا لَغَافِلُونَ ﴿٩٢﴾

کیا اب؟ حالانکہ تو اس سے پہلے خوب نافرمانیاں کر چکا ہے اور مفسدوں میں رہ چکا ہے ○ اچھا آج ہم تیرے جسم کو بچالیں گے کہ تو اپنے بعد والوں کے لئے نشان بن جائے' بے شک اکثر لوگ ہماری آیتوں سے البتہ غافل ہیں ○

(آیت: ۹۱-۹۲) ظاہر ہے کہ عذاب کے دیکھ چکنے کے بعد عذاب کے آ جانے کے بعد ایمان سودمند نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اس بات کو فرما چکا ہے اور یہ قاعدہ جاری کر چکا ہے۔ اسی لئے فرعون کو جواب ملا کہ اس وقت یہ کہتا ہے حالانکہ اب تک شر و فساد پر تلا رہا۔ پوری عمر اللہ کی نافرمانیاں کرتا رہا۔ ملک میں فساد مچاتا رہا۔ خود گمراہ ہو کر اوروں کو بھی راہ حق سے روکتا رہا۔ لوگوں کو جہنم کی طرف بلانے کا امام تھا۔ قیامت کے دن بے یار و مددگار رہے گا۔ فرعون کا اس وقت کا قول اللہ تعالیٰ علام الغیوب نے اپنے علم غیب سے آنحضرت ﷺ سے بیان فرمایا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اس واقعے کی خبر دیتے وقت جبرئیل علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ کاش آپ اس وقت ہوتے اور دیکھتے کہ میں اس کے منہ میں کیچڑ ٹھونس رہا تھا اس خیال سے کہ کہیں اس کی بات پوری ہونے پر رحمت اللہ اس کی دست گیری نہ کر لے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' ڈوبتے وقت فرعون نے شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھا کر اپنے ایمان کا اقرار کرنا شروع کیا جس پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس کے منہ میں مٹی بھرنی شروع کی۔ اس فرعون کثیر بن زاذان ملعون کا منہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اس وقت بند کر رہے تھے اور اس کے منہ میں کیچڑ ٹھونس رہے تھے۔ واللہ اعلم۔ کہتے ہیں کہ بعض بنی اسرائیل کو فرعون کی موت میں شک پیدا ہو گیا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے دریا کو حکم دیا کہ اس کی لاش بلند ٹیلے پر خشکی میں ڈال دے تاکہ یہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں اور ان کا معائنہ کر لیں۔ چنانچہ اس کا جسم مع اس کے لباس کے خشکی پر ڈال دیا گیا تاکہ بنی اسرائیل کو معلوم ہو جائے اور ان کیلئے نشانی اور عبرت بن جائے۔ وہ جان لیں کہ غضب الٰہی کو کوئی چیز دفعہ نہیں کر سکتی۔ باوجود ان کھلے واقعات کے بھی اکثر لوگ ہماری آیتوں سے غفلت برتتے ہیں۔ کچھ نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ ان فرعونیوں کا غرق ہونا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مع مسلمانوں کے نجات پانا عاشورے کے دن ہوا تھا۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینے میں آئے تو یہودیوں کو اس دن کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا۔ وہ کہتے تھے کہ اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون پر غالب آئے تھے۔ آپؐ نے اپنے اصحابؓ سے فرمایا کہ تم تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بہ نسبت ان کے زیادہ حقدار ہو۔ تم بھی اس عاشورے کے دن کا روزہ رکھو۔

وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ مُبَوَّأَ صِدْقٍ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ فَمَا اخْتَلَفُوا حَتَّىٰ جَاءَهُمُ الْعِلْمُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿٩٣﴾

ہم نے بنی اسرائیل کو بہت اچھا مقام رہنے کو دیا اور ستھری نفیس چیزیں کھانے کو دیں' پس باوجود علم کے آ جانے کے انہوں نے آپس میں اختلاف کیا' تیرا رب ان میں قیامت کے دن ان تمام امور کا فیصلہ کر دیگا جن میں وہ اختلاف کرتے رہے ○

بنی اسرائیل پر اللہ کے انعامات: ☆☆ (آیت: ۹۳) اللہ نے جو نعمتیں بنی اسرائیل پر انعام فرمائیں ان کا ذکر ہو رہا ہے کہ شام اور ملک مصر میں بیت المقدس کے آس پاس انہیں جگہ دی۔ تمام و کمال ملک مصر پر ان کی حکومت ہو گئی۔ فرعون کی ہلاکت کے بعد دولت موسویہ قائم ہو گئی۔ جیسے قرآن میں بیان ہے کہ ہم نے ان کمزور بنی اسرائیلیوں کو مشرق و مغرب کے ملک کا مالک کر دیا۔ برکت والی زمین ان کے قبضے میں دے دی اور ان پر اپنی سچی بات کی سچائی کھول دی۔ ان کے صبر کا پھل انہیں مل گیا۔ فرعون، فرعونی اور ان کی کاریگریاں سب نیست و نابود ہو گئیں۔ اور آیتوں میں ہے کہ ہم نے فرعونیوں کو باغوں سے، چشموں سے، خزانوں سے، بہترین مقامات اور مکانات سے نکال باہر کیا۔ اور بنی اسرائیل کے قبضے میں یہ سب کچھ کر دیا۔ اور آیتوں میں ہے کم ترکوا من جنات الخ، باوجود اس کے خلیل الرحمٰنؑ کے شہر بیت المقدس کی محبت ان کے دل میں چٹکیاں لیتی رہی۔ وہاں عمالقہ کی قوم کا قبضہ تھا۔ انہوں نے اپنے پیغمبر علیہ السلام سے درخواست کی، انہیں جہاد کا حکم ہوا۔ یہ نامردی کر گئے، جس کے بدلے انہیں چالیس سال تک میدان تیہ میں سرگرداں پھرنا پڑا۔ وہیں حضرت ہارون علیہ السلام کا انتقال ہوا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا۔ ان کے بعد یہ حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے ساتھ نکلے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں پر بیت المقدس کو فتح کیا۔ یہاں بخت نصر کے زمانے تک انہی کا قبضہ رہا۔ پھر کچھ مدت کے بعد دوبارہ انہوں نے اسے لے لیا۔

پھر یونانی بادشاہوں نے وہاں قبضہ کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے تک وہاں یونانیوں کا ہی قبضہ رہا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ضد میں ان ملعون یہودیوں نے شاہ یونان سے ساز باز کی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گرفتاری کے احکام انہیں باغی قرار دے کر نکلوا دیئے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کو تو اپنی طرف چڑھا لیا اور آپ کے کسی حواری پر آپ کی شباہت ڈال دی۔ انہوں نے آپ کے دھوکے میں اسے قتل کر دیا اور سولی پر لٹکا دیا۔ یقیناً جناب روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے ہاتھوں قتل نہیں ہوئے۔ انہیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف بلند کر لیا۔ اللہ عزیز و حکیم ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تقریباً تین سو سال بعد قسطنطین نامی یونانی بادشاہ عیسائی بن گیا۔ وہ بڑا پاجی اور مکار تھا۔ دین عیسوی میں یہ بادشاہ صرف سیاسی منصوبوں کے پورا کرنے اور اپنی سلطنت کو مضبوط کرنے اور دین نصاریٰ کو بدل ڈالنے کے لئے گھسا تھا۔ حیلہ اور مکر و فریب اور چال کے طور پر یہ مسیحی بنا تھا کہ مسیحیت کی جڑیں کھوکھلی کر دے۔

نصرانی علماء اور درویشوں کو جمع کر کے ان سے قوانین شریعت کے مجموعے کے نام سے نئی نئی تراشی ہوئی باتیں لکھوا کر ان بدعتوں کو نصرانیوں میں پھیلا دیا اور اصل کتاب و سنت سے انہیں ہٹا دیا۔ اس نے کلیسیا، گرجے، خانقاہیں، ہیکلیں وغیرہ بنوائیں اور بیسیوں قسم کے مجاہدے اور نفس کشی کے طریقے اور طرح طرح کی عبادتیں، ریاضتیں نکال کر لوگوں میں اس نئے دین کی خوب اشاعت کی اور حکومت کے زور اور زر کے لالچ سے اسے دور تک پہنچا دیا۔ جو بے چارے موحد، متبع انجیل اور سچے تابعدار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصلی دین پر قائم رہے، انہیں ان ظالموں نے شہر بدر کر دیا۔ یہ لوگ جنگلوں میں رہنے سہنے لگے اور یہ نئے دین والے جن کے ہاتھوں میں تبدیلی اور مسخ والا دین رہ گیا تھا، اٹھ کھڑے ہوئے اور تمام جزیرہ روم پر چھا گئے۔ قسطنطنیہ کی بنیادیں اس نے رکھیں۔ بیت اللحم اور بیت المقدس کے کلیسیا اور حواریوں کے شہر سب اسی کے بسائے ہوئے ہیں۔ بڑی بڑی شاندار، دیرپا اور مضبوط عمارتیں اس نے بنوائیں۔ صلیب کی پرستش، مشرق کا قبلہ، کنیسوں کی تصویریں، سور کا کھانا وغیرہ یہ سب چیزیں نصرانیت میں اسی نے داخل کیں۔ فروع اصول سب بدل کر دین مسیحی کو الٹ پلٹ کر دیا۔ امانت کبیرہ اسی کی ایجاد ہے جو دراصل ذلیل ترین خیانت ہے۔ لمبے چوڑے، فقہی مسائل کی کتابیں اسی نے لکھوائیں۔ اب بیت المقدس انہی کے ہاتھوں میں رہا یہاں تک کہ صحابہؓ رسول ﷺ نے اسے فتح کیا۔ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت میں یہ مقدس شہر اس مقدس جماعت کے قبضے میں آیا۔ الغرض یہ پاک جگہ انہیں ملی تھی اور پاک روزی اللہ نے دے رکھی تھی جو شرعاً بھی حلال اور طبعاً بھی طیب۔ افسوس باوجود اللہ کی کتاب ہاتھ میں ہونے کے انہوں نے اختلاف بازی اور فرقہ بندی شروع کر دی۔ ایک دو نہیں بہتر فرقے قائم ہو

گئے۔ اللہ اپنے رسول پر درود و سلام نازل فرمائے۔ آپ نے ان کی اس پھوٹ کا ذکر فرما کر فرمایا کہ میری امت میں بھی یہی بیماری پھیلے گی اور ان کے تہتر فرقے ہو جائیں گے جن میں سے ایک جنتی باقی سب دوزخی ہوں گے۔ پوچھا گیا کہ جنتی کون ہیں؟ فرمایا وہ جو اس پر ہوں جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔ (مستدرک حاکم) اللہ فرماتا ہے ان کے اختلافات کا فیصلہ قیامت کے دن میں آپ ہی کروں گا۔

فَإِنْ كُنْتَ فِي شَكٍّ مِمَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ فَاسْأَلِ الَّذِينَ يَقْرَءُونَ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَاءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿٩٤﴾ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ فَتَكُونَ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿٩٥﴾ إِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٩٦﴾ وَلَوْ جَاءَتْهُمْ كُلُّ آيَةٍ حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ﴿٩٧﴾

جو کچھ ہم نے تیری جانب نازل فرمایا ہے اس میں سے کسی بات میں بھی تجھے شک ہو تو ان سے دریافت کر لے جو تجھ سے پہلے کتاب اللہ پڑھتے آئے ہیں یقیناً تیرے رب کی طرف سے حق آ چکا ہے۔ تجھے ہرگز شک و شبہ کرنے والوں میں نہ ہونا چاہئے ○ تو ان میں سے بھی نہ ہو جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں ورنہ تو نقصان اٹھانے والوں میں شامل ہو جائے گا ○ جس پر تیرے پروردگار کی بات ٹھیک اتر آئی ہے وہ تو ایمان لانے کے نہیں ○ اگرچہ ان کے پاس سب نشانیاں آ جائیں یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں ○

ٹھوس دلائل کے باوجود انکار قابل مذمت ہے: ☆☆ (آیت: ۹۴-۹۷) جب یہ آیت اتری تو حضور ﷺ نے فرمایا نہ مجھے کچھ شک نہ مجھے کسی سے پوچھنے کی ضرورت۔ پس اس آیت سے مطلب صرف اتنا ہے کہ آپ کی امت کے ایمان کی مضبوطی کی جائے اور ان سے بیان کیا جائے کہ اگلی الہامی کتابوں میں بھی ان کے نبی کی صفتیں موجود ہیں خود اہل کتاب بھی بخوبی واقف ہیں۔ جیسے آیت الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي الخ میں ہے۔ ان لوگوں پر تعجب اور افسوس ہے ان کی کتابوں میں اس نبی آخر الزمان کی تعریف و توصیف اور جان پہچان ہونے کے باوجود بھی ان کتابوں کے احکام کو خلط ملط کرتے اور تحریف و تبدیل کر کے بات بدل دیتے ہیں اور دلیل سامنے ہونے کے باوجود انکاری رہتے ہیں۔ شک و شبہ کی ممانعت کے بعد آیات اللہ کی تکذیب کی ممانعت ہوئی۔ پھر بدقسمت لوگوں کے ایمان سے ناامیدی دلائی گئی جب تک کہ وہ عذاب نہ دیکھ لیں ایمان نہیں لائیں گے۔ یہ تو اس وقت ایمان لائیں گے جس وقت ایمان لانا بے سود ہو گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے لئے اور فرعونیوں کے لئے یہی بددعا کی تھی۔ ان کی جہالت اس درجے پر پہنچ چکی ہے کہ بالفرض ہم اپنے فرشتوں کو ان پر اتاریں مردے ان سے بولیں۔ ہر پوشیدہ چیز سامنے آ جائے جب بھی انہیں ایمان نصیب نہیں ہو گا ہاں مرضی مولیٰ اور چیز ہے۔

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ آمَنَتْ فَنَفَعَهَا إِيمَانُهَا إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ لَمَّا آمَنُوا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَىٰ حِينٍ ﴿٩٨﴾

پس کیوں نہ ہوئی ایسی بستی جو ایمان لاتی اور اسے اس کا ایمان نفع دیتا سوائے یونس کی قوم کے کہ جب وہ ایمان لائی ہم نے ان سے دنیا کی زندگی میں رسوا

کرنے والا عذاب دور کر دیا اور انہیں ایک معین وقت تک فائدہ دیا ○

افسوس انسان نے اکثر حق کی مخالفت کی: ☆☆ (آیت: ۹۸) کسی بستی کے تمام باشندے کسی نبی پر کبھی ایمان نہیں لائے۔ یا تو سب نے ہی کفر کیا یا اکثر نے۔ سورہ یاسین میں فرمایا' بندوں پر افسوس ہے' ان کے پاس جو رسول آئے' انہوں نے ان کا مذاق اڑایا۔ ایک آیت میں ہے ان سے پہلے جو رسول آئے' انہیں لوگوں نے جادوگر یا مجنون کا ہی خطاب دیا۔ تجھ سے پہلے جتنے رسول آئے' سب کو ان کی قوم کے سرکشوں' ساہوکاروں نے یہی کہا کہ ہم نے تو اپنے بڑوں کو جس لکیر پر پایا' اسی کے فقیر بنے رہیں گے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں' مجھ پر انبیاء پیش کیئے گئے۔ کسی نبی کے ساتھ تو لوگوں کا ایک گروہ تھا۔ کسی کے ساتھ صرف ایک آدمی' کسی کے ساتھ صرف دو' کوئی محض تنہا۔ پھر آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کی کثرت کا بیان کیا۔ پھر اپنی امت کا اس سے بھی زیادہ ہونا' زمین کے مشرق و مغرب کی سمت کو ڈھانپ لینا بیان فرمایا۔ الغرض تمام انبیاء میں سے کسی کی ساری امت نے انہیں نبی نہیں مانا۔ سوائے اہل نینوی کے جو حضرت یونس علیہ السلام کی امت کے لوگ تھے۔ یہ بھی اس وقت جب نبی علیہ السلام کی زبان سے عذاب کی خبر معلوم ہوگئی۔ پھر اس کے ابتدائی آثار بھی دیکھ لئے۔ ان کے نبی علیہ السلام انہیں چھوڑ کر چلے بھی گئے' اس وقت یہ سارے کے سارے اللہ کے سامنے جھک گئے۔ اس سے فریاد شروع کی۔ اس کی جناب میں عاجزی اور گریہ وزاری کرنے لگے۔ اپنی مسکینی ظاہر کرنے لگے۔ اور دامن رحمت سے لپٹ گئے۔ سارے کے سارے میدان میں نکل کھڑے ہوئے۔ اپنی بیویوں' بچوں اور جانوروں کو بھی ساتھ اٹھا کر لے گئے۔ اور آنسوؤں کی جھڑیاں لگا کر اللہ تعالیٰ سے فریاد کرنے' دعائیں مانگنے لگے کہ یا رب عذاب ہٹا لے۔ رحمت رب جوش میں آئی۔ پروردگار نے ان سے عذاب ہٹا لیا اور دنیا کی رسوائی کے عذاب سے انہیں بچا لیا۔ اور ان کی عمر تک کی انہیں مہلت دے دی اور اس دنیا کا فائدہ انہیں پہنچایا۔ یہاں جو فرمایا کہ دنیا کا عذاب ان سے ہٹا لیا۔

اس سے بعض نے کہا ہے کہ اخروی عذاب دور نہیں۔ لیکن یہ ٹھیک نہیں اس لئے کہ دوسری آیت میں ہے فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ وہ ایمان لائے اور ہم نے انہیں زندگی کا فائدہ دیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ وہ ایمان لائے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ایمان آخرت کے عذاب سے نجات دینے والا ہے۔ واللہ اعلم۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں' آیت کا مطلب یہ ہے کہ کسی بستی اہل کفر کا عذاب دیکھ لینے کے بعد ایمان لانا ان کیلئے نفع بخش ثابت نہیں ہوا سوائے قوم یونس علیہ السلام کی قوم کے کہ جب انہیں دیکھا کہ ان کے نبی ان میں سے نکل گئے اور انہوں نے خیال کر لیا کہ اب اللہ کا عذاب آیا چاہتا ہے' اسی وقت توبہ استغفار کرنے لگے۔ ٹاٹ پہن کر خشوع و خضوع سے میلے کچیلے میدان میں آ کھڑے ہوئے۔ بچوں کو ماؤں سے دور کر دیا۔ جانوروں کے تھنوں سے ان کے بچوں کو الگ کر دیا۔ اب جو رونا دھونا اور فریاد شروع کی تو چالیس دن رات اسی طرح گزار دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کی سچائی دیکھ لی۔ ان کی توبہ و ندامت قبول فرمائی اور ان سے عذاب دور کر دیا۔ یہ لوگ موصل کے شہر نینوی کے رہنے والے تھے۔ فَلَوْ لَا کی فَھَلَّا قرات بھی ہے۔ ان کے سروں پر عذاب رات کی سیاہی کے ٹکڑوں کی طرح گھوم رہا تھا۔ ان کے علماء نے انہیں مشورہ دیا تھا کہ جنگل میں نکل کھڑے ہو اور اللہ سے دعا کرو کہ وہ ہم سے اپنے عذاب دور کر دے اور یہ کہو یَا حَیُّ حِیْنَ لَا حَیَّ یَا حَیُّ مُحْیِیْ الْمَوْتٰی یَا حَیُّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ قوم یونس کا پورا قصہ سورہ والصافات کی تفسیر میں ان شاءاللہ العزیز ہم بیان کریں گے۔

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِى الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ۭ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝٩٩ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝١٠٠

اگر تیرا رب چاہتا تو زمین والے سب کے سب سارے ہی ایمان دار ہو جاتے' تو کیا تو لوگوں پر زبردستی کرے گا کہ وہ مومن ہو جائیں؟ ○ بغیر اللہ کی مرضی کے کوئی شخص ایمان لا ہی نہیں سکتا' اللہ تعالیٰ گندگی کو تو انہیں پر ڈالتا ہے جو عقل سمجھ نہیں رکھتے ○

اللہ کی حکمت سے کوئی آگاہ نہیں: ☆☆ (آیت:۹۹-۱۰۰) اللہ کی حکمت ہے کہ کوئی ایمان لائے اور کسی کو ایمان نصیب ہی نہ ہو- ورنہ اگر اللہ کی مشیت ہوتی تو تمام انسان ایمان دار ہو جاتے- اگر وہ چاہتا تو سب کو ایک ہی دین پر کاربند کر دیتا- لوگوں میں اختلاف تو باقی ہی رہے- سوائے ان کے جن پر رب کا رحم ہوا' انہیں اسی لئے پیدا کیا ہے' تیرے رب کا یہ فرمان حق ہے کہ جہنم انسانوں اور جنوں سے پر ہوگی- کیا ایماندار ناامید نہیں ہو گئے؟ یہ کہ اللہ اگر چاہتا تو تمام لوگوں کو ہدایت کر سکتا تھا- یہ تو ناممکن ہے کہ تو ایمان ان کے دلوں کے ساتھ چپکا دے' یہ تیرے اختیار سے باہر ہے- ہدایت' ضلالت اللہ کے ہاتھ ہے- تو ان پر افسوس اور رنج وغم نہ کر- اگر یہ ایمان نہ لائیں تو تو اپنے آپ کو ان کے پیچھے ہلاک کر دے گا؟ تو جسے چاہے راہ راست پر لا نہیں سکتا- یہ تو اللہ کے قبضے میں ہے' تجھ پر تو صرف پہنچا دینا ہے- حساب ہم خود لے لیں گے' تو تو نصیحت کر دینے والا ہے- ان پر داروغہ نہیں- اسی مضمون کی ان آیتوں کے سوا بھی بہت سی آیتیں قرآن کریم میں ہیں جو بتاتی ہیں کہ یہ شان اللہ ہی کی ہے کہ جو چاہے کر گزرے' جسے چاہے راہ راست دکھائے' جسے چاہے گمراہ کر دے- اس کا علم' اس کی حکمت' اس کا عدل اسی کے ساتھ ہے- اسکی مشیت بغیر کوئی بھی مومن نہیں ہو سکتا- وہ ان کو ایمان سے خالی' ان کے دلوں کو نجس اور گندہ کر دیتا ہے جو اللہ کی قدرت' اللہ کی برھان' اللہ کے احکام کی آیتوں میں غور وفکر نہیں کرتے- عقل وسمجھ سے کام نہیں لیتے' وہ عادل ہے' حکیم ہے' اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں-

قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝۱۰۱ فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّىْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ۝۱۰۲ ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۰۳

ع ۱۱ / ۱۵

کہہ دے کہ ذرا نظر تو ڈالو کہ آسمانوں میں کیا کچھ ہے اور زمین میں کیا کچھ ہے' نہ تو نشانیاں فائدہ دیں نہ ڈراوے انہیں جنہیں ایمان نہیں ○ انہیں اور تو کوئی انتظار نہیں بجز ان لوگوں کے برے دنوں کے جوان سے پہلے گزر چکے ہیں' کہہ دے کہ اچھا انتظار کرتے رہو- میں بھی تمہارے ساتھ ہی منتظر ہوں ○ آخرش ہم اپنے نبیوں کو اور سچے مسلمانوں کو نجات دیں گے- بات اسی طرح ہے' ہم نے اپنے اوپر ضروری کر لیا ہے کہ ہم مومنوں کو نجات دیں ○

دعوت غور وفکر: ☆☆ (آیت:۱۰۱-۱۰۳) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں' اس کی قدرتوں میں' اس کی پیدا کردہ نشانیوں میں غور وفکر کرو- آسمان و زمین اور ان کے اندر کی نشانیاں بے شمار ہیں- آسمانوں میں چلتے پھرتے اور ٹھہرے ہوئے' کم زیادہ روشنی والے ستارے' سورج' چاند' رات دن اور ان کا اختلاف' کبھی دن کی کمی' کبھی راتوں کا چھوٹا ہو جانا' آسمانوں کی بلندی' ان کی چوڑائی' ان کا حسن وزینت' اس سے بارش برسنا اس بارش سے زمین کا ہرا بھرا ہو جانا' اس میں طرح طرح کے پھل پھول کا پیدا ہونا' اناج اور کھیتی کا اگنا' مختلف قسم کے جانوروں کا اس میں پھیلا ہوا ہونا' جن کی شکلیں جداگانہ' جن کے نفع الگ الگ' جن کے رنگ علیحدہ علیحدہ' پھر زمین پر پہاڑوں' جنگلوں' میدانوں' ٹیلوں' آبادیوں' غیر آباد ٹکڑوں کا ہونا' اسی پر سمندروں' دریاؤں کا بہنا' ان دریاؤں میں عجائبات کا پایا جانا' ان میں طرح طرح کی ہزارہا قسم کی مخلوق کا ہونا' ان

میں چھوٹی بڑی کشتیوں کا چلنا' یہ اس رب قدیر کی قدرتوں کے نشان' کیا تمہاری رہبری اس کی توحید' اس کی جلالت' اس کی عظمت' اس کی یگانگت' اس کی وحدت' اس کی عبادت' اس کی اطاعت' اس کی ملکیت کی طرف نہیں کرتے؟ یقین مانو نہ اس کے سوا کوئی پروردگار' نہ اس کے سوا کوئی لائق عبادت' درحقیقت بے ایمانوں کے لئے اس سے زیادہ نشانات بھی بے سود ہیں۔

آسمان ان کے سر پر' زمین ان کے قدموں میں' رسول ﷺ ان کے سامنے' دلیل وسند ان کے آگے' لیکن یہ ہیں کہ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ ان پر کلمۃ عذاب صادق آچکا ہے۔ یہ تو عذاب کے آجانے سے پہلے مومن نہیں ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ یہ لوگ اسی عذاب کے اور انہی کٹھن دنوں کے منتظر ہیں جو ان سے پہلے کے لوگوں پر ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے گزر چکے ہیں۔ اچھا انہیں انتظار کرنے دے اور تو بھی انہیں اعلان کر کے منتظر رہ۔ انہیں ابھی معلوم ہو جائے گا۔ یہ دیکھ لیں گے کہ ہم اپنے رسولوں اور اپنے سچے غلاموں کو نجات دیں گے۔ یہ ہم نے خود اپنے نفس کریم پر واجب کر لیا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ تمہارے پروردگار نے اپنے نفس پر رحمت لکھ لی ہے۔ بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کتاب لکھی ہے جو اس کے پاس عرش کے اوپر ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب آچکی ہے۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ښ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ۭ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۷﴾

اعلان کر دے کہ اے لوگو! اگر تمہیں میرے دین میں شک ہے تو میں تو ان کی عبادت کرنے کا نہیں جن کی عبادت تم اللہ کو چھوڑ کر کر رہے ہو بلکہ میں تو اسی اپنے اللہ کی عبادت کرتا رہوں گا جو تمہیں وفات دیتا ہے۔ مجھے یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں باایمان ہی رہوں ○ اور یہ کہ اپنا منہ اسی دین کی طرف سیدھا رکھ۔ مخلص ہو کر' اور ہرگز مشرکوں کے گروہ میں سے نہ ہونا ○ اللہ کے سوا کسی اور سے دعا نہ کر جو نہ تجھے نفع دے سکے نہ نقصان پہنچا سکے' اگر تو نے ایسا کیا تو پھر تو یقیناً ظالموں میں سے ہی ہو جائے گا۔ اگر اللہ ہی تجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو اسے اس کے سوا کوئی بھی دور کرنے والا نہیں' اور اگر وہ تیرے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرلے تو اس کے فضل کا ٹالنے والا بھی کوئی نہیں' وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اپنا فضل پہنچا دے' وہ بڑا ہی بخشنے والا اور بہت ہی مہربان ہے ○

دین حنیف کی وضاحت: ☆☆ (آیت: ۱۰۴-۱۰۷) یکسوئی والا سچا دین جو میں اپنے اللہ کی طرف سے لے کر آیا ہوں' اس میں اے لوگو! اگر تمہیں کوئی شک وشبہ ہے تو ہو' یہ تو ناممکن ہے کہ تمہاری طرح میں بھی مشرک ہو جاؤں اور اللہ کے سوا دوسروں کی پرستش کرنے لگوں۔ میں تو صرف اسی اللہ کا بندہ ہوں اور اسی کی بندگی میں لگا رہوں گا جو تمہاری موت پر بھی ویسا ہی قادر ہے جیسا تمہاری پیدائش پر قادر ہے۔ تم سب اسی کی طرف لوٹنے والے اور اسی کے سامنے جمع ہونے والے ہو۔ اچھا اگر تمہارے یہ معبود کچھ طاقت وقدرت رکھتے ہیں تو ان سے کہو

کہ جو ان کے بس میں ہو مجھے سزا دیں۔ حق تو یہ ہے کہ نہ کوئی سزا ان کے قبضے میں نہ جزا۔ یہ محض بے بس ہیں' بے نفع ونقصان ہیں۔ بھلائی برائی سب میرے اللہ کے قبضے میں ہے وہ واحد اور لاشریک ہے۔ مجھے اس کا حکم ہے کہ میں مومن رہوں۔ یہ بھی مجھے حکم مل چکا ہے کہ میں صرف اسی کی عبادت کروں۔ شرک سے یکسو اور بالکل علیحدہ رہوں۔ اور مشرکوں میں ہرگز شمولیت نہ کروں۔ خیر وشر' نفع وضرر اللہ ہی کے ہاتھ ہے۔ کسی اور کو کسی امر میں کچھ بھی اختیار نہیں۔ پس کسی اور کی کسی طرح کی عبادت بھی لائق نہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ اپنی پوری عمر اللہ تعالیٰ سے بھلائی طلب کرتے رہو۔ رب کی رحمتوں کے موقعہ کی تلاش میں رہو۔ ان موقعوں پر اللہ پاک جسے چاہے' اپنی بھرپور رحمتیں عطا فرما دیتا ہے۔ اس سے اپنے عیبوں کی پردہ پوشی اور اپنے خوف ڈر کا امن طلب کیا کرو۔ پھر فرماتا ہے کہ جس گناہ سے جو شخص جب بھی توبہ کرے' اللہ اسے بخشنے والا اور اس پر مہربانی کرنے والا ہے۔

قُلْ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ ٱلْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ ۖ فَمَنِ ٱهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِى لِنَفْسِهِۦ ۖ وَمَن ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۖ وَمَآ أَنَا۠ عَلَيْكُم بِوَكِيلٍ ﴿١٠٨﴾ وَٱتَّبِعْ مَا يُوحَىٰٓ إِلَيْكَ وَٱصْبِرْ حَتَّىٰ يَحْكُمَ ٱللَّهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ ٱلْحَٰكِمِينَ ﴿١٠٩﴾

ع ۱۱

کہہ دے کہ اے لوگو تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے حق آچکا ہے' جو راہ پالے' وہ اپنے ہی نفع کے لئے راہ یافتہ ہوگا' اور جو راہ گم کردے' اس کا وبال بھی اسی پر ہوگا' میں کچھ تم پر داروغہ نہیں ہوں ○ اے نبی تو اسی کی پیروی کرتا رہ جو تیری طرف وحی کیا جائے اور صبر وسہار کر یہاں تک کہ اللہ خود فیصلہ کر دے' وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے ○

نافرمان کا اپنا نقصان ہے: ☆☆ (آیت: ۱۰۸۔۱۰۹) اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے فرماتا ہے کہ لوگوں کو آپ خبردار کر دیں کہ جو میں لایا ہوں' وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ بلاشک وشبہ وہ سراسر حق ہے۔ جو اس کی اتباع کرے گا' وہ اپنے نفع کو جمع کرے گا اور جو اس سے بھٹک جائے گا' وہ اپنا ہی نقصان کرے گا۔ میں تم پر وکیل نہیں ہوں کہ تمہیں ایمان پر مجبور کر دوں۔ میں تو کہنے سننے والا ہوں۔ ہادی صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو خود بھی میرے احکام اور وحی کا تابعدار رہ اور اس پر مضبوطی سے جما رہ۔ لوگوں کی مخالفت کی کوئی پرواہ نہ کر۔ ان کی ایذاؤں پر صبر وتحمل سے کام لے۔ یہاں تک کہ خود اللہ تجھ میں اور ان میں فیصلہ کر دے۔ وہ بہترین فیصلے کرنے والا ہے جس کا کوئی فیصلہ عدل وحکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

ابو یعلی میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ آپ بوڑھے کیسے ہو گئے؟ فرمایا مجھے سورہ ہود' سورہ واقعہ' سورہ عم' اور سورہ کورت نے بوڑھا کر دیا۔ ترمذی کی اس حدیث میں سورہ ہود' سورہ واقعہ' سورہ والمرسلات' سورہ النباء اور سورہ اذا الشمس کورت کا ذکر ہے۔ ایک روایت میں ہے' سورہ ہود اور اس جیسی اور سورتوں نے مجھے بوڑھا کر دیا۔ طبرانی میں ہے' مجھے سورہ ہود نے اور اس جیسی سورتوں مثلاً واقعہ' الحاقہ' اذا الشمس کورت نے بوڑھا کر دیا ہے۔ ایک روایت میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس سوال کے جواب میں آپ کا صرف دو سورتوں کا ذکر کرنا ہی مروی ہے۔ سورۂ ہود اور سورۂ واقعہ۔

تفسیر سورہ ہود

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الٓرٰ کِتٰبٌ اُحۡکِمَتۡ اٰیٰتُہٗ ثُمَّ فُصِّلَتۡ مِنۡ لَّدُنۡ حَکِیۡمٍ خَبِیۡرٍ ﴿۱﴾ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّا اللّٰہَ ؕ اِنَّنِیۡ لَکُمۡ مِّنۡہُ نَذِیۡرٌ وَّبَشِیۡرٌ ﴿۲﴾ وَّاَنِ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّکُمۡ ثُمَّ تُوۡبُوۡۤا اِلَیۡہِ یُمَتِّعۡکُمۡ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی وَّیُؤۡتِ کُلَّ ذِیۡ فَضۡلٍ فَضۡلَہٗ ؕ وَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنِّیۡۤ اَخَافُ عَلَیۡکُمۡ عَذَابَ یَوۡمٍ کَبِیۡرٍ ﴿۳﴾ اِلَی اللّٰہِ مَرۡجِعُکُمۡ ۚ وَہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۴﴾

اللہ تعالیٰ مہربان رحمت والے کے نام سے۔

یہ کتاب جس کی آیتیں حکم والی ہیں اور پھر واضح کردہ ہیں' جو درست کار خبردار اللہ کی طرف سے ہیں ○ یہ کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو' میں تمہیں اس ایک طرف سے ڈرانے اور بشارت سنانے والا ہوں ○ اور تم اپنے پروردگار سے استغفار کرو اور اسی کی طرف رجوع رہو کہ وہ تمہیں معیاد معلوم تک اچھا فائدہ پہنچائے اور ہر بزرگی والے کو اس کی جزا دے۔ اس پر بھی اگر تم روگردانی کرو تو مجھے تو تم بہت بڑے دن کے عذاب کا خوف ہے ○ تم سب کا لوٹنا اللہ ہی کی طرف ہے' وہ ہر ہر چیز پر قادر ہے ○

تعارف قرآن حکیم: ☆☆ (آیت: ۱-۴) اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جو حروف سورتوں کے شروع میں آتے ہیں' ان کی پوری تفصیل اس تفسیر کے شروع میں سورہ بقرہ کے ان حروف کے بیان میں گزر چکی ہے جسے دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہاں فرمان ہے کہ یہ قرآن لفظوں میں محکم اور معنی میں مفصل ہے۔ پس مضمون اور معنی ہر طرح سے کامل ہے۔ یہ اس اللہ کا کلام ہے جو اپنے اقوال واحکام میں حکیم ہے۔ جو کاموں کے انجام سے خبردار ہے۔ یہ قرآن اللہ کی عبادت کرانے اور دوسروں کی عبادت سے روکنے کے لئے اترا ہے۔ سب رسولوں پر پہلی وحی اسی توحید کی آتی رہی ہے۔ سب سے یہی فرمایا گیا ہے کہ لوگ اللہ کی عبادت کریں۔ اس کے سوا اور کسی کی پرستش نہ کریں۔ پھر فرمایا کہ اللہ کی مخالفت کی وجہ سے جو عذاب آ جاتے ہیں' ان سے میں ڈرا رہا ہوں۔ اور اس کی اطاعت کی بنا پر جو ثواب ملتے ہیں' ان کی میں بشارت سناتا ہوں۔ حضور ﷺ صفا پہاڑی پر چڑھ کر قریش کے خاندانوں کو آواز دیتے ہیں۔ زیادہ قریب والے پہلے' پھر ترتیب وار جب سب جمع ہو جاتے ہیں تو آپ ان سے دریافت فرماتے ہیں کہ اگر میں تم سے کہوں کہ کوئی لشکر صبح کو تم پر دھاوا کرنے والا ہے تو کیا تم مجھے سچا سمجھو گے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے آج تک آپ کی زبان سے کوئی جھوٹ سنا ہی نہیں۔ آپ نے فرمایا سنو' میں تم سے کہتا ہوں کہ قیامت کے دن تمہاری ان بداعمالیوں کی وجہ سے سخت تر عذاب ہوگا۔ پس تم ان سے ہوشیار ہو جاؤ۔ پھر ارشاد ہے کہ اے نبی ﷺ یہ بھی کہہ دو کہ میں تمہیں اپنے گذشتہ گناہوں سے توبہ کرنے اور آئندہ کے لئے اللہ کی طرف رجوع کرنے کی ہدایت کرتا ہوں۔ اگر تم بھی ایسا ہی کرتے رہے تو دنیا میں بھی اچھی زندگی بسر کرو گے اور نیک عمل کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ آخرت میں بھی بڑے بلند درجے عنایت فرمائے گا۔ قرآن کریم نے آیت مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا مِّنۡ ذَکَرٍ اَوۡ اُنۡثٰی میں فرمایا ہے کہ جو مرد وعورت ایمان دار ہو کر نیک عمل بھی کرتا رہے' اسے ہم پاکیزہ زندگی سے زندہ

رکھیں گے۔ صحیح حدیث میں بھی ہے' حضور ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اللہ کی رضا مندی کی تلاش میں تو جو کچھ بھی خرچ کرے گا' اس کا اجر اللہ تعالیٰ سے پائے گا یہاں تک کہ جو لقمہ تو اپنی بیوی کے منہ میں دے' اس کا بھی۔ فضل والوں کو اللہ تعالیٰ فضل دے گا۔ یعنی گناہ تو برابر لکھا جاتا ہے اور نیکی دس گنا لکھی جاتی ہے۔ پھر اگر گناہ کی سزا دنیا میں ہی ہو گئی تو نیکیاں جوں کی توں باقی رہیں۔ اور اگر یہاں اس کی سزا نہ ملی تو زیادہ سے زیادہ ایک نیکی اس کے مقابل جا کر بھی نو نیکیاں بچ رہیں۔ پھر جس کی اکائیاں دھائیوں پر غالب آ جائیں' وہ تو واقعی خود ہی بد اور برا ہے۔ پھر انہیں دھمکایا جاتا ہے جو اللہ کے احکام سے روگردانی کر لیں اور رسولوں کی نہ مانیں کہ ایسے لوگوں کو ضرور ضرور قیامت کے دن سخت عذاب ہوگا۔ تم سب کو لوٹ کر مالک ہی کے پاس جانا ہے' اسی کے سامنے جمع ہونا ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے' اپنے دوستوں سے احسان' اپنے دشمنوں سے انتقام' مخلوق کی نئی پیدائش سب اس کے قبضے میں ہے۔ پس پہلے رغبت دلائی اور اب ڈرایا۔

أَلَآ إِنَّهُمْ يَثْنُونَ صُدُورَهُمْ لِيَسْتَخْفُوا مِنْهُ ۚ أَلَا حِينَ يَسْتَغْشُونَ ثِيَابَهُمْ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٥﴾

دیکھو تو یہ لوگ اپنے سینے موڑتے ہیں کہ اس اللہ سے چھپ جائیں' یہ اس وقت جب کہ اپنے کپڑے لپیٹ لیتے ہیں۔ وہ بخوبی جانتا ہے جسے چھپاتے ہیں اور جسے کھولتے ہیں۔ وہ سینوں کی باتوں کا جاننے والا ہے ○

اللہ اندھیروں کی چادروں میں موجود ہر چیز کو دیکھتا ہے: ☆☆ (آیت:۵) آسمان کی طرف اپنی شرمگاہ کا رخ کرنا وہ مکروہ جانتے تھے اور مجامعت کے وقت۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی قرأت میں تَثْنُوْنِیْ ہے۔ مجامعت کے وقت اور تنہائی میں وہ عریانی سے حجاب کرتے تھے کہ پاخانہ کے وقت آسمان تلے ننگے ہوں یا مجامعت اس حالت میں کریں۔ وہ اپنے سروں کو ڈھانپ لیتے۔ اور یہ بھی مراد ہے کہ وہ اللہ کے بارے میں شک کرتے تھے اور کام برائی کے کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ برے کام یا برے عمل کے وقت' وہ جھک جھک کر اپنے سینے دوہرے کر ڈالتے گویا کہ وہ اللہ سے شرما رہے ہیں۔ اور اس سے چھپ رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ راتوں کو کپڑے اوڑھے ہوئے بھی جو تم کرتے ہو' اس سے بھی اللہ تو خبردار ہے۔ جو چھپاؤ' جو کھولو' جو دلوں میں' اور سینوں میں رکھو' وہ سب کو جانتا ہے۔ دل کے بھید' سینے کے راز' اور ہر ایک پوشیدگی اس پر ظاہر ہے۔

زہیر بن ابو سلمہ اپنے مشہور معلقہ میں کہتا ہے کہ تمہارے دلوں کی کوئی بات اللہ تعالیٰ پر چھپی ہوئی نہیں' تم گو کسی خیال میں ہو لیکن یاد رکھو کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ ممکن ہے کہ تمہارے بد خیالات پر وہ تمہیں یہیں سزا کرے اور ہو سکتا ہے کہ وہ نامہ اعمال میں لکھ لئے جائیں اور قیامت کے دن پیش کئے جائیں۔ یہ جاہلیت کا شاعر ہے۔ اسے اللہ کا' اس کے کامل علم کا' قیامت کا' اور اس دن کی جزا سزا کا' اعمال نامے کا اور قیامت کے دن اس کے پیش ہونے کا اقرار ہے۔ اس آیت کا ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ یہ لوگ جب رسول مقبول ﷺ کے پاس سے گزرتے تو سینہ موڑ لیتے اور سر ڈھانپ لیتے۔ آیت میں لِیَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ سے چھپنا چاہتے ہیں۔ یہی اولیٰ ہے کیونکہ اسی کے بعد ہے کہ جب یہ لوگ سوتے وقت کپڑے اوڑھ لیتے ہیں' اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کو ان کے تمام افعال کا جو وہ چھپ کر کریں اور جو ظاہر کریں' علم ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت میں الا انهم تَثْنُوْنِیْ صدورھم ہے۔ اس قرأت کے بھی معنی تقریباً یکساں ہیں۔ الحمد للہ تفسیر محمدی کا گیارہواں پارہ ختم ہوا۔